بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُوْنَ﴾ (الجاثیہ ۲۰)

(یہ لوگوں کے لئے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت ورحمت ان لوگوں کے لئے جو یقین کرے۔)

انمول جواہرات

تلخیص

صید الخاطر

علوم قران، علوم حدیث، علوم فقہ، علم العقائد، فلسفہ تصوف، تاریخ ادیان، خطبات، مواعظ، اخلاقیات، ترغیب وترہیب، دنیا وآخرت کے حقائق

(مصنف)

الامام ابی الفرج جمال الدین ابن جوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ (۵۹۷ھ)

(اردو ترجمہ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید انور ساہیوال

(مقدمہ وتعارف)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

ناشر

مولوی شمس الحق ھاشم - چانگا۔ ضلع آنند، گجرات

نام کتاب: انمول جواہرات، تلخیص، صید الخاطر

ترجمه: صید الخاطر، امام ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ)

مترجم: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید ساہیوال

کمپوزنگ: مولوی محمد شاکر بورسدی

ناشر: مولوی شمس الحق هاشم

خادم: اسٹیشن مسجد نڈیاد ضلع کھیڑا، گجرات

ملنے کا پته

مولوی شمس الحق هاشم

چانگا، ضلع آنند (۳۸۸۴۲۱)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☑	حرف آغاز	۷
☑	عرض ناشر	۹
☑	پیش لفظ اور حالات مصنف	۱۲
☑	حالات علامہ ابن جوزیؒ	۱۲
☑	کتابت حدیث میں انہماک	۱۳
☑	ذوق مطالعہ	۱۳
☑	تصنیف وتالیف اور تبحر علمی	۱۴
☑	تقوی اور ذوق عبادت	۱۴
☑	دل کی وحشت اور اس کا ازالہ	۱۵
☑	مجالس وعظ اور تاثیر	۱۶
☑	تلبیس ابلیس	۱۷
☑	مختلف طبقات پر تنقید	۱۷
☑	واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں	۱۹
☑	حکام سلاطین اور امراء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں	۱۹
☑	عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں	۲۱
☑	دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں	۲۲
☑	صید الخاطر	۲۲
☑	عام واقعات سے بڑے بڑے نتائج	۲۳
☑	سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت	۲۶
☑	ادبیت اور خطابت	۲۷
☑	وفات	۲۸
☑	المقدمہ	۲۹
☑	دنیا سے جوڑ و ربط	۲۹
☑	انجام کو سوچنے والا سلامت رہتا ہے	۳۰
☑	فریب دنیا	۳۱
☑	اخلاص والے لوگ	۳۱
☑	تیاری کرنے والا کامیاب ہوا	۳۲
☑	عذاب کے اسباب	۳۳
☑	وقت کی قدر و قیمت	۳۴
☑	اختیار اسباب مطلوب ہے	۳۵
☑	عدل وانصاف کی ترازو	۳۸
☑	صوفیانہ بدعتیں	۳۹

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☑	مرنے کے بعد روح کا ٹھکانہ	۴۲
☑	علم وحکمت والے کے آگے سرتسلیم خم کیا جائے	۴۳
☑	نکاح کے فوائد	۴۵
☑	بندگی کا مزہ یا اطاعت کی لذت	۴۷
☑	دعا کی قبولیت میں تاخیر کیوں ہوتی ہے	۴۹
☑	صاف ستھرا ہونا ایمانی تقاضہ ہے	۵۱
☑	اسباب میں اعتدال کا ذکر	۵۴
☑	صبر کی حقیقت	۵۵
☑	کتاب کا علم	۵۸
☑	ایمان قوت اور ضعف کے درمیان ہے	۵۹
☑	شریعت کامل ومکمل ہے	۶۰
☑	دنیا پر اعتماد مت کرو	۶۱
☑	نظر لگنا برحق ہے	۶۲
☑	گناہ کی نحوست	۶۲
☑	الٹے گرے ہوئے قلوب	۶۳
☑	بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے جلتی ہے	۶۵

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☑	وقت کی اہمیت	۶۶
☑	اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں کھلی چھٹی نہیں	۶۷
☑	موت کا ذکر	۶۷
☑	ظلم کی انتہاء	۶۸
☑	صبر کی فضیلت	۶۹
☑	صدق طلب	۷۰
☑	احتیاط	۷۱
☑	دشمنی کرنے میں احتیاط کرنا	۷۲
☑	آخرت کی تیاری	۷۲
☑	عافیت کا سوال	۷۴
☑	لمحات عمر کو غنیمت جانو	۷۴
☑	کامیابی کی بات	۷۶
☑	علمی ہیبت کا تحفظ	۷۷
☑	عمر کے مراحل	۷۹
☑	اضطراب انگیز خیال	۸۱
☑	اللہ جو کرے اسے پوچھ نہیں	۸۲
☑	حقیقی لذت	۸۳
☑	تسلیم کمال ایمان ہے	۸۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☑	روح	۸۵
☑	پردہ داری ایذا سے بچاتی ہے	۸۷
☑	اچھا انجام تقوی کا ہے	۸۷
☑	بعض بدترین گناہ	۸۸
☑	غضبناک آدمی کے آگے حکمت استعمال کرو	۸۹
☑	قلوب کا کینہ	۹۰
☑	حقیقی امن	۹۱
☑	اکثر وبیشتر ظاہر کا اعتبار نہیں ہوتا	۹۴
☑	اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جرأت کا انجام	۹۵
☑	بدنظروں سے تحفظ	۹۶
☑	سلامتی کا دھوکہ	۹۸
☑	انسان نظر کرے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے	۹۹
☑	برگزیدہ نیک لوگ	۱۰۰
☑	ناداروں کی پونجی	۱۰۱
☑	خود سے عبرت حاصل کرو	۱۰۱
☑	اپنے اہل وعیال کے لئے ضروریات مہیا کرنا واجب ہے	۱۰۲
☑	اسباب اختیار کرنا مطلوب ہے	۱۰۳
☑	نتائج میں غور وفکر کرنا	۱۰۴
☑	مومن خوف وخجالت کے درمیان ہے	۱۰۵
☑	زاہد اور زاہد نما	۱۰۶
☑	مومن تقدیر پر راضی ہوتا ہے	۱۰۸
☑	اکابر کا صبر	۱۱۰
☑	بیدار اور ہوشیار لوگوں کا مقام فکر	۱۱۲
☑	مخلوق سے یکسوئی	۱۱۳
☑	شبہات سے دور رہنا	۱۱۳
☑	عبرت واعتبار	۱۱۴
☑	ملحد کی حماقت	۱۱۶
☑	اللہ تعالیٰ سے اُنس ومحبت	۱۱۷
☑	زنا کی حرمت ونحوست	۱۱۸
☑	ظاہر سے دھوکہ مت کھاؤ	۱۲۰
☑	اہل عقل کے بعض احوال	۱۲۲
☑	احتیاط ہی احتیاط	۱۲۳
☑	مومن کا ایمان	۱۲۳
☑	خرچ کرنے میں اعتدال	۱۲۵

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
☑	عیداور قیامت	۱۲۷
☑	عبرت پکڑنے والا مبارک ہے	۱۲۸
☑	لذت کا انجام ندامت ہے	۱۳۰
☑	عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں	۱۳۰
☑	وقت ضائع کرنے کی عادت	۱۳۲
☑	جائز کاموں میں اعتدال	۱۳۳
☑	دنیا کسی کے لئے مخلص نہیں	۱۳۴
☑	طعام میں تقلیل کرنا	۱۳۵
☑	تقویٰ وورع اچھی چیز ہے مگر	۱۳۶
☑	انسان ممنوع چیز پر حریص ہوتا ہے	۱۳۷
☑	دھوکہ میں مبتلا لوگ کمینے ہیں	۱۳۸
☑	خواہش کے شیاطین سے بچتا رہے	۱۳۸
☑	صبر کا اثر	۱۳۹
☑	امتحان میں ثابت قدمی	۱۴۰
☑	اللہ کی پناہ ڈھونڈنا	۱۴۱
☑	خوف میں اعتدال	۱۴۱
☑	لوگوں کی مجلسیں	۱۴۲
☑	مختلف اقوال	۱۴۳

حرف آغاز

امام ابن جوزیؒ اپنے زمانے میں علوم اسلامیہ کے ماہِ تمام ہے۔ یہ کتاب صید الخاطر اُنہیں کا ایک عظیم کارنامہ ہے، جس کی قدروشان سے اہل علم ومطالعہ اور اصحاب وذوق خوب واقف ہیں، جیسا کہ قارئین اس کا کچھ اندازہ مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے آئندہ مضمون سے بھی لگا سکیں گے، اللہ تعالیٰ اس کتاب کا نفع اردوخواں طبقہ میں عام فرمائیں اور حضرت مصنف اور مترجم اور ناچیز کی اس کے متعلق تمام مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف بار فرمائیں۔

ابن جوزیؒ نے اس کتاب کے بعض مقامات پر بعض حضرات اکابرین پر رد وطعن میں بہت مبالغہ کیا ہے حالانکہ ان کے قابل اعتراض احوال کی شکایتیں از قبیل غلبۂ حال ہیں، جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں کے بزرگوں کی طرف جہل وجنون اور حماقت کی نسبت کرنا نامناسب ہے، اس معاملہ میں ابن جوزیؒ جب اعتدال سے تجاوز کر گئے ہیں، اسی بناء برابن جوزیؒ کی کتاب ''تلبیس ابلیس'' کے مطالعہ سے بہت سے اکابر نے منع کیا ہے کیونکہ اس سے قارئین میں کبار مشائخ سے سوءظن پیدا ہوتا ہے۔

سید احمد رزوقؒ فرماتے ہیں کہ عدم عصمت غلبۂ حال کی وجہ سے ولی سے لغزشیں اور خطائیں سرزد ہوئی ہیں۔ اگر کہیں نصیحت وتذکیر کے مقام پر ایسے قول کا ذکر کرنا

ضروری ہو تو قائل کی تعیین کے بغیر صرف قول پر نکیر کرنی چاہئے کیونکہ مشاہر ائمہ کی لغزشوں کی پردہ پوشی واجب ہے۔ خیر اس تجاوز اور افراط کے باوجود کتاب نہایت مفید ہے۔

ابن الجوزیؒ جیسے وسیع العلم اور کثیر التصانیف محدث مفسّر مؤرخ ناقد نے علمی تجربات و معلومات وسیع النظر سے قلمبند کیا ہے۔

بار بار اکابر کی اور مجتہدین کی اتباع کی تاکید کرتے ہیں، فقہ کو تمام علوم سے افضل گردانتے ہیں، آج کل غیر مقلدین اور عصری تعلیم رکھنے والوں میں ائمہ مجتہدین اور اکابر اسلام سے بے نیازی کی لہر دوڑ رہی ہے اس کی اور دیگر ایسے بہت سے امور کی اصلاح کے لئے یہ کتاب اکثیر کا درجہ رکھتی ہے۔

امداداللہ انور

دارالمعارف ملتان پاکستان

مؤرخہ ۲۰/صفر ۱۴۲۰ھ

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ، اما بعد:

اللہ رب العالمین نے عالم دنیا کو اپنے بندوں کے لئے ایک عارضی قیام گاہ بنایا ہے۔ اوراس میں بندوں کی بشری حاجات اور خواہشات کو انجام دینے کا ایک معقول اور منظم نظام پیدا کیا ہے اور اس سے مستفید ہونے کے لئے تمام احکامات اور راہیں ہموار فرمائی ہیں اور آخرت کی زندگی کو تمام انسانوں کے لئے ہمیشہ کی قیام گاہ بنایا ہے اور اس میں بندوں کو ہمیشہ ہمیش کے لئے راحت و آرام کی نعمتوں سے نوازنے کیلئے اپنی رضامندی اور جنت کو تیار کیا ہے، ان نعمتوں کا حقدار بننے کے لئے دنیا میں اللہ تعالی نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تا کہ اپنے بندے ان کی پیروی کر کے ہمیشہ کی کامیابی سے ہم کنار ہو۔

اور جو لوگ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کر کے نافرمانی اور شرکشی کریں گے ان کو دنیا آخرت میں رب کریم کی ناراضگی اور عذاب الٰہی کا سامنا ہوگا، خالق کائنات نے اپنے بندوں کو اپنی رحمت سے نوازنے اور عذاب سے بچانے کیلئے اپنے دین اسلام کو بنیاد بنا کر تمام بندوں کو اس پر عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے، لہذا تمام بنی آدم کے لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی کے ہر شعبہ میں احکامِ خداوندی پر عمل کرنے کا مکلف ٹھہرایا۔

کائنات کی مخلوقات میں سب سے بڑا نافرمان اور ابدی مجرم شیطان ہے جس نے پہلے ہی دن سے بنی آدم کو بہکا کر گمراہ کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا، لہذا اس نے اپنے مکرو فریب اور چال بازی سے اپنی پیروی کرنے والے بے شمار انسانوں کو گمراہ کردیا، پھر دنیا میں اللہ کے احکام سے بغاوت اور سرکشی کی فضا کو عام کرنے کے لئے بے شمار انسانوں کو اپنا چیلہ بنایا جن کی مہم اور چال بازیوں سے انسانوں کی ایک بڑی جماعت گمراہی میں مبتلا ہوگئی اوران سب نے ملکر دنیا میں عریانیت، فحش مناظر کے اڈے اورنفس پرستی کی من مانی فضا ہموار کردی اور کمزور ایمان والے بندے بھی اس ناپاک مہم کے شکار بن گئے۔

اس مسموم اور گندی فضا سے مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ خصوصا نوجوان طبقہ دین سے دور ہوگیا اور شیطان کے آلات مزامیر، جدید آلات کے غلط اور بیجا استعمال کے عام رواج نے ان کے دلوں سے اسلام کی حقانیت اوراس پر عمل کرنے میں نجات کا یقین کمزور کردیا اور باطل پرستوں کے نظریات اور عصری تعلیم گاہوں کی آزادی اور بے دینی کی فضا نے انہیں فکرِ آخرت سے بیزار کردیا اور سنت وشریعت کی پابندی والی مبارک زندگی سے محروم کردیا جو خسران المبین ہے۔

ہر زمانہ کے علماء دین نے دین کی حفاظت اور آبیاری کے لئے دنیا میں بسنے والے انسانوں کی قرآن وحدیث، سنت وشریعت کی تعلیمات کے ذریعہ رہنمائی فرمائی اورانشاءاللہ قیامت تک جاری رہیگی۔

اس سلسلے میں افادۂ عام کے لئے ایک کتاب ''صید الخاطر'' علامہ ابن جوزیؒ کی

ہے، اس کی تلخیص کر کے عام فہم انداز میں ''انمول جواہرات'' کے نام سے منظر عام پر لائی گئی ہے، جو آپ کے ہاتھوں میں ہے، جو نہایت قیمتی اور ضروری مضامین پر مشتمل ہے، جو ہماری اصلاح اور نجات کے لئے بے حد ضروری ہیں جو اصحابِ ذوق کے لئے ایک گراں قدر سرمایہ ہے جس سے خود مستفید ہو کر امت کو بھی فیضاب کرنے لئے بہترین کتاب ہے۔

اللہ تعالیٰ مصنفؒ اور مترجم کو اور اس ناچیز کو اور تمام اہل خیر معاونین کو دارین میں اجر عظیم سے نوازیں اور اس کے متعلق جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

شمس الحق ھاشم

چانگا، ضلع آنند، گجرات

۲۹/رجب ۱۴۴۳ھ، جمعرات

پیش لفظ اور حالات مصنف

از: مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

(۱) حالات علامہ ابن جوزیؒ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ

عبدالرحمٰن ابن جوزیؒ دعوت و اصلاح کا ایک دوسرا نمونہ ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے یکتائے روزگار مفسر، محدث، مورخ، ناقد، مصنف اور خطیب ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ان کی ضخیم تصنیفات اور علمی کارنامے ہیں۔

آپ ۵۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے، گویا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ۲۷ سال چھوٹے ہیں، بچپن ہی میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو ماں نے مشہور محدث ابن ناصر کی مسجد میں چھوڑ دیا، اُن سے حدیث سنی، قرآن مجید حفظ کیا اور تجوید میں مہارت پیدا کی، شیوخِ حدیث سے حدیث کی سماعت اور کتابت کی اور بڑی محنت اور انہماک اور جفاکشی سے علم حاصل کیا، آپ اپنے صاحبزادہ سے اپنے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مجھے خوب یاد ہے کہ میں چھ سال کی عمر میں مکتب میں داخل ہوا، بڑی عمر کے طلبہ میرے ہم سبق تھے، مجھے یاد نہیں کہ میں کسی راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیلا ہوں یا زور سے ہنسا ہوں، سات برس کی عمر میں جامع مسجد کے سامنے میدان میں چلا جایا کرتا تھا، وہاں کسی مداری یا شعبدہ باز کے حلقہ میں کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے کے بجائے محدث

کے درسِ حدیث میں شریک ہوتا، وہ حدیث وسیرت کی جو بات فرماتے وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی پھر گھر جا کر اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔ میں اساتذہ وشیوخ کے حلقوں میں حاضری دینے کے لئے اس قدر جلدی کرتا کیا تھا کہ دوڑنے کی وجہ سے میری سانس پھولنے لگتی تھی، صبح شام اس طرح گزرتی کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا تھا؛ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مخلوق کی احسان مندی سے بچایا۔ (مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

(۲) کتابت حدیث میں انہماک:

حدیث کی سماعت اور کتابت میں اتنا اشتغال رہا اور ہے کہ ہاتھ سے مرویات حدیث کی اتنی کتابت کی کہ بعض مورخین کا بیان ہے کہ انہوں نے انتقال کے وقت وصیت کی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو حدیث لکھنے کے لئے قلم بنانے میں جمع ہو گیا تھا، چنانچہ وہ اتنا تھا کہ پانی گرم ہو گیا اور وہ بچ رہا۔

(ابن خلکان-۳۲۱/۳)

(۳) ذوق مطالعہ:

مطالعہ کا ذوق اور اس کی حرص بچپن ہی سے لگی ہوئی تھی۔ شہر بغداد عظیم الشان کتابی ذخیروں اور وسیع کتب خانوں سے مالا مال تھا، آپ ہر موضوع کی کتابیں پڑھتے تھے اور ان کو آسودگی نہیں ہوتی تھی۔

میں اپنا حال عرض کر رہا ہوں، میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی، جب کوئی کتاب نظر پڑ جاتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دفینہ ہاتھ آ گیا۔ اگر میں کہوں کہ میں نے دس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو یہ بہت زیادہ معلوم

ہوگا اور یہ طالب علمی کے دور کا ذکر ہے۔ مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے سلف کے حالات واخلاق ان کی عالی ہمت ،قوت حافظہ، ذوق عبادت اور علوم نادرہ کا ایسا انداز ہوا کہ جوان کتابوں کے مطالعہ بغیر نہیں ہوسکتا۔ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس دور کے طلباء کی کم ہمتی منکشف ہوگئی۔

(صید الخاطر: ۳/ ۶۰۸، ۶۰۷)

(۴) تصنیف وتالیف اور تبحر علمی:

علامہ ابن جوزیؒ تصنیف وتالیف کی طرف نوعمری ہی سے متوجہ ہوئے، روزانہ چار جزء لکھنے کا زندگی بھر معمول رہا۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی تالیفات شمار کیں تو ہزار تک پہنچ گئی۔

حدیث میں ایسا بلند پایا ذوق رکھتے تھے کہ دعوی سے یہ کہتے تھے کہ ہر حدیث کے متعلق کہہ سکتا ہوں کہ صحیح ہے یا حسن یا محال ہے۔ ادب انشاء میں اور خطابت میں بغداد میں ان کی نظیر نہ تھی۔

(۵) تقویٰ اور ذوقِ عبادت:

ان علمی کمالات کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دیانت وتقوی اور ذوق عبادت کی دولت بھی عطا فرمائی تھی، ان کے نواسہ ابوالمظفر کہتے ہیں کہ وہ ہر ہفتہ ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔ کبھی کسی سے مذاق نہیں کیا، بچپن میں کسی بچہ کے ساتھ کھیلے نہیں، کبھی کوئی مشتبہ چیز نہیں کھائی، ساری عمر یہی حال رہا۔ حلاوات مناجات اور لذت دعاء کے ذوق سے آشنا تھے۔

ابن الفارسی کا بیان ہے کہ آپ شب بیدار تھے اور ذکر اللہ سے کبھی غافل نہیں ہوتے تھے۔ آپ کی تصنیفات اور حالات واشارات سے خود معلوم ہوتا ہے کہ چشم بینا اور دل بیدار رکھتے تھے اور جمعیۃ خاطر اور تعلق مع اللہ کو سرمایہ زندگی سمجھتے تھے، ان میں کمی آنے سے بے چین اور مضطرب ہو جاتے تھے۔

(۶) دل کی وحشت اور اس کا ازالہ:

ابتداءِ عمر ہی سے میرے اندر طریق زہد اختیار کرنے کی رغبت اور اندرونی تقاضہ رہتا تھا، روزے اور نوافل کا اہتمام والتزام تھا، اور تنہائی مرغوب تھی اس وقت میری بڑی اچھی حالت تھی۔

اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ بعض حکّام اور اہل سلطنت میری حسن تقریر اور وعظ سے متاثر ہوئے اور انہوں نے مجھے اپنی طرف مائل کیا، میں مشتبہ مال سے اور اس کے کھانے پینے سے بچتا تھا، لیکن رفتہ رفتہ تاویل کا دروازہ کھل گیا اور وہ ساری کیفیت جاتی رہی۔ جتنا میں ان حاکموں کے پاس بیٹھتا قلب کی تاریکی بڑھتی گئی یہاں تک کہ قلب تاریک ہو گیا۔ اس صورت حال سے میرے اندر ایک بے چینی پیدا ہوئی اور دل متاثر ہونے لگا۔ اس بے چینی کے اثر سے سامعین پر بھی اثر ہونے لگا، وہ بھی بے چین اور متاثر ہونے لگے، اس بے چینی کے اثر سے سامعین کو بکثرت توبہ اور اصلاح کی توفیق ہوئی اور میں خالی ہاتھ کا خالی ہاتھ رہتا۔

اس مفلسی اور بے چینی کو دیکھ کر میری بے چینی بڑھی لیکن کوئی علاج نہ بن پڑا۔

بالآخر میں نے صالحین کی قبروں کی زیارت کی اور اللہ سے اپنے دل کی اصلاح کی دعاء کی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف کرم سے میری دست گیری فرمائی اور مجھے کشاں کشاں کھینچ کر خلوت کی طرف مائل کیا اور وہ اچھی حالت پھر میرے قابوں میں آئی اور میں اس خوابِ غفلت سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنے مہربان شفیق رب کی دست گری کا دل کھول کر شکر ادا کیا۔ (صید الخاطر:۱/ ۱۲۲)

(۷) مجالس وعظ اور تاثیر:

ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس درس ہیں ان مجالس وعظ نے سارے بغداد کو زیروزبر کر رکھا تھا۔ خلفاء، سلاطین، وزراء، اور اکابر علماء ان کی مجالس میں بڑے شوق سے شرکت کرتے۔ ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، دس پندرہ ہزار آدمیوں سے کوئی کسی طرح کبھی کم نہ ہوتے۔ (صید الخاطر:۱/ ۱۲)

وعظ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، وجد وشوق میں گریبان پھاڑتے، لوگوں کی چیخیں نکل جاتی، آنسوں کی چھڑیاں لگ جاتی۔ توبہ کرنے والوں کا شمار نہ تھا، اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ (صید الخاطر:۱/ ۲۱)

ابن جوزیؒ نے اپنی مجالس وعظ میں بدعات ومنکرات کی مکمل تردید کی، عقائد میں صحیح اور سنت کا اظہار کیا اپنی بے مثل خطابت، زبردست علمیت اور عام رجوع کی وجہ سے اہل بدعت کو ان کی تردید کا حوصلہ نہ ہوا۔ سنت کو ان کے مواعظ درس اور تصنیفات

سے بہت فروغ ہوا اور خلیفہ وقت اور امراء بھی امام احمدؒ کے معتقدین ان کے مذہب کی طرف مائل ہو گئے۔

(۸) تلبیس ابلیس:

ان کی ناقدانہ دوسری تصنیف تلبیس ابلیس ہے جو ان کی نقّاد طبیعت اور سلفی ذوق کا اعلیٰ نمونہ ہے، اس کتاب میں انہوں نے اپنے زمانے کی پوری مسلمان سوسائٹی کا جائزہ لیا۔ اور مسلمانوں کے ہر طبقہ، ہر جماعت کو سنت و شریعت کے معیار سے دیکھا اور اس کی کمزوریوں اور بے اعتدالیوں کی نشان دہی کی ہے اور دکھلایا ہے کہ شیطان نے کس کس طرح سے امت کو دھوکہ دیا ہے اور کن کن راہوں سے اس کے عقائد اعمال اور اخلاق سے رخنہ اندازی کی ہے، انہوں نے اس کتاب میں کسی طبقہ اور کسی شخص کی رعایت نہیں کی اور کسی کو معاف نہیں کیا ہے۔

اس میں علماء، محدثین، فقہاء، واعظین، ادباء، شعراء، سلاطین وحکام، عبّاد وزہاد، صوفیاء اہل دین اور عوام کی علیحدہ علیحدہ کمزوریاں، غلط رسوم وعادات، مغالطے اور بے اعتدالیاں بیان کی ہیں۔

یہ کتاب ان کی وسعت نظر زندگی سے واقفیت باریک نظر اور دقیقہ رسی کا کامیاب نمونہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں شیطان کی نفسیات وسیاست کا گہرا مطالعہ کیا تھا، مذاہب کی تاریخ اور گمراہ فرقوں کے عقائد سے وہ بہت باخبر تھے۔

(۹) مختلف طبقات پر تنقید:

اس کتاب میں اگرچہ کہیں کہیں وہ اپنی تنقید میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور

انہوں نے فیصلہ کرنے میں عجلت اور شدت سے کام لیا ہے؛ مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کتاب میں بڑی کارآمد چیزیں، بڑے بیش قیمت اقباسات اور بہت سی صحیح تنقدیں ملتی ہے اور اکثر جگہ ماننا پڑتا ہے کہ ان کی گرفت صحیح اور ان کی تنقید حق بجانب ہے۔ یہاں اس کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:

اپنے زمانے کے علما پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جو فقہ کے مسائل و جزئیات میں دن رات منہمک تھے اور اس فن کی موشگافیاں کرتے رہتے تھے ان فقہاء کی ایک کمزوری یہ ہے کہ ان کا سارا انہماک اسی غور و فکر میں ہے۔ انہوں نے اپنے فن میں ان چیزوں کو شامل نہیں کیا ہے جن سے قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے، مثلاً قرآن مجید کی تلاوت، حدیث و سیرت کی سماعت اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے حالات کا مطالعہ و بیان وغیرہ۔

سب جانتے ہیں کہ محض ازالہ نجاست اور استجاء کے مسائل کو بار بار دہرانے سے قلوب میں نرمی اور خشیت پیدا نہیں ہوسکتی جبکہ قلوب کو تذکیر اور مواعظ کی ضرورت ہے تاکہ آخرت طلبی کی ہمت اور شوق پیدا ہو۔

البتہ فقہ کے اختلافی مسائل اگرچہ علوم شریعت سے خارج نہیں مگر حصول مقصد کے لئے کافی نہیں ہے جو سلف کے حالات اور ان خدا ترسی حقائق و اسرار سے واقف نہیں، وہ ان کے راستے پر کیسے چل سکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ طبیعت چور ہے اگر اس کو اسی زمانے کے آزاد لوگوں کے ساتھ چھوڑ دیا جائے گا تو وہ ان کے طور طریقے اخذ کرلے گی اور ان ہی کی طرح ہو جائیگی اور

اگر اسلاف کے حالات اور طریقوں کا مطالعہ کیا جائے گا تو ان کا رنگ اور ان کے اخلاق پیدا ہوں گے۔

سلف کے ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ایک حدیث میں سے میرے دل میں رقت پیدا ہو۔ قاضی شریح کے سو فیصلوں سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (تلبیس ابلیس:۱۱۹)

(۱۰) واعظین پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واعظین میں اکثر لوگ بڑی آراستہ اور بڑی پر تکلف جملوں میں بیان کرتے ہیں جو اکثر بے معنی ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں مواعظ کا بڑا حصہ حضرت موسیٰؑ، کوہِ طور، حضرت یوسف، زلیخا کے قصوں کے متعلق ہوتا ہے۔ فرائض کا حصہ بہت کم آتا ہے اسی طرح گناہ سے بچنے کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔

ایسے وعظ سے ایک زانی، ایک سود خور کو توبہ کی توفیق کیسے ہو سکتی ہے۔ اور کب عورت کو شوہر کے حقوق ادا کرنے اور اپنے تعلقات درست کرنے کا خیال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ مواعظ اس طرح کے مضامین سے خالی ہوتے ہیں۔

بعض واعظوں نے شریعت کو پس پشت ڈال دیا ہے، اسی لئے ایسے واعظین کا بازار گرم رہتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حق کڑوا ہونے کے ساتھ طبیعتوں پر بھاری ہوتا ہے۔ اور باطل ہلکا اور خوشگوار ہوتا ہے۔ (تلبیس ابلیس:۱۲۵)

(۱۱) حکام سلاطین اور امراء پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ حضرات شریعت کے مقابلے میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، کبھی چور کا ہاتھ

کاٹتے ہیں حالانکہ اس کا ہاتھ کاٹنا جائز نہیں۔ کبھی کسی کو قتل کرتے ہیں حالانکہ اس کا قتل کرنا حلال نہیں۔ ان کو یہ دھوکہ ہے کہ یہ سیاست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ شریعت ناقص ہے، ہمارا یہ فیصلہ شریعت کے ناقص پنے کو پورا کر رہے ہیں۔ یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے۔ اس لئے کہ شریعت فرمان الٰہی ہے، خدائی شریعت میں کوئی خلل اور کمی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾

(ہم نے کتاب میں کوئی چیز چھوڑی نہیں)

ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ﴾

اس کے حکم کو کوئی مٹانے والا نہیں

لہٰذا جو لوگ اپنی سیاست کے صحیح ہونے کے دعویدار ہیں وہ دراصل شریعت میں خلل اور کمی کا دعوی کرتے ہیں۔ یہ حرکت کفر کی بات ہے۔ (تلبیس ابلیس: ۱۳۲)

بعض لوگوں کو معاصی پر اصرار کے ساتھ ساتھ ان کو صلحا اور اللہ والوں کی ملاقات کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ وہ ان سے اپنے حق میں دعائیں کراتے ہیں۔ شیطان ان کو سمجھاتا ہے کہ اس سے گناہوں کا پلڑا ہلکا ہو جائیگا حالانکہ اس کار خیر سے اس شر کا دفیعہ نہیں ہوسکتا۔

ایک مرتبہ ایک تاجر ایک محصول (چونگی) وصول کرنے والے کے پاس سے گذرا، اس چنگی والے نے اسکی کشتی روک لی، وہ تاجر اس زمانے کے مشہور بزرگ مالک بن دینار کے پاس آیا اور ان سے واقعہ بیان کیا۔ مالک بن دینار چونگی والے کے پاس گئے اور اس تاجر کی شفارش کی اس نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور کہا کہ آپ

نے کیوں زحمت فرمائی وہی سے کہلوا دیا ہوتا، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے۔ پھر اس نے دعا کے لئے درخواست کی تو آپ نے اس برتن کی طرف اشارہ کر کے (جس میں وہ چونگی کا ناجائز روپیہ وصول کر کے رکھتا تھا) فرمایا کہ اس برتن کو کہو کہ تمہارے لئے دعا کرے، پھر فرمایا میں تمہارے حق میں کیا دعا کروں جبکہ ہزار آدمی تمہارے لئے بددعاء کرتے ہیں۔ کیا ایک آدمی کی سنی جائے گی اور ہزار کی نہ سنی جائے گی؟

(تلبیس ابلیس: ۱۳۴)

(۱۲) عوام پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

شیطان نے بہت سے عوام کو یہ دھوکہ دے رکھا ہے کہ وعظ و ذکر کی مجالس میں شریک ہونا اور متاثر ہونا اور رونا ہی سب کچھ ہیں کہ مقصود محفل خیر میں شرکت ہے کیونکہ واعظین سے اس کے فضائل سنتے رہتے ہیں اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ وعظ سننے سے مقصود عمل کرنا ہے تو یہ وعظ سننا اور عمل کرنا ان کے لئے وبال جان بن جائے۔

میں ذاتی طور پر بہت سے آدمیوں کو جانتا ہوں جو سالہا سال سے مجلس وعظ میں شریک ہوتے ہیں اور روتے ہیں، متاثر ہوتے ہیں؛ لیکن نہ سود لینا چھوڑتے ہیں، نہ تجارت میں دھوکہ دینے سے باز آتے ہیں۔ نماز کے ارکان سے جسے وہ پہلے بے خبر تھے برسوں کے بعد اب بھی ایسے ہی بے خبر ہیں۔ مسلمانوں کی غیبت، والدین کی نافرمانی میں جس طرح پہلے مبتلا تھے اب بھی ویسے ہی مبتلا ہیں۔

شیطان نے ان کو یہ حل بتلا دیا کہ وعظ کی مجلس میں حاضری اور ان کا رونا دھونا

ان کے گناہوں کا کفارہ بن جائیگا ،اور بعض کو شیطان نے یہ سمجھا رکھا ہے کہ علماء اور صالحین کی صحبت ہی مغفرت کا ذریعہ ہے۔(تلبیس ابلیس: ۳۹۳)

(۱۳)دولت مندوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بہت سے مالدار لوگ مساجد و مدارس کی تعمیر میں بہت مال خرچ کرتے ہیں مگر اس میں ان کا مقصد ریا کاری اور شہرت ہوتی ہے کہ ان کا نام چلے اور یادگار رہے۔ چنانچہ عمارت پر وہ اپنا نام کندہ (لکھواتے) کرواتے ہیں اگر ان میں اخلاص اور رضائے مولیٰ مقصود ہوتی تو یہ بات کافی ہوتی کہ اللہ دیکھتا اور جانتا ہے ایسے لوگوں سے اگر صرف ایک دیوار بنانے کو کہا جائے جس پر ان کا نام کندہ نہ ہو تو وہ منظور نہ کریں گے۔

(۱۴)صید الخاطر:

صید الخاطر کتاب ایک کشکول ہے جس میں علامہ ابن جوزیؒ نے اپنے قلبی تاثرات بے تکلف خیالات زندگی کے تجربات اور منتشر افکار اور حوادث قلمبند کئے ہیں اور اپنی بہت سی کمزوریوں کا بے تکلف اعتراف کیا ہے اس کتاب میں جا بجا نفس کے مکالمے سوال و جواب ،ذہنی کشمکش کی تفصیلات اور معاشرتی زندگی کے تجربات ،عورتوں ،نوکروں اور دوستوں کے متعلق تجربات کی باتیں مفید ہدایات، روزمرہ کے واقعات کی تفصیل اور امراض نفسانی کا بیان ہے۔مختلف طبقات پر تنقید نفس کا احتساب اور صدہا کام کی باتیں ہیں۔اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت صداقت وسادگی اور بے تکلفی ہے۔ پوری کتاب اپنے زمانے کے ادیب اور مصنفین کے طرز کے خلاف نہایت بے تکلف عبارت سے لکھی گئی ہے اور اپنے موضوع پر غالباً ایک عرب عالم و مصنف کی پہلی کتاب ہے۔

(۱۵)عام واقعات سے بڑے بڑے نتائج:

ابن جوزیؒ نے اس کتاب میں چھوٹے چھوٹے واقعات اور روز مرہ کے مشاہدات سے بڑے بڑے نتائج نکالے ہیں اور یہی ایک عامی اورصاحب نظر میں فرق ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انسان نے شرعی احکام کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔اورسب سے بڑا بوجھ اپنے نفس کواس کے مرغوبات سے روکا جائے اورجن چیزوں کی اس کورغبت نہیں ہے،اس پراس کوقائم رکھا جائے۔

میں نے اس کے علاج کے سلسلے میں یہ نتیجہ نکالا کے صبر کے راستہ سے اس کا علاج کارگر ہے۔لہذا صبر کے راستے کوتسلی اورنفس کی جائز دل داری کی مدد سے قطع کیا جائے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے کہ رات بھر چلنے سے سواریاں تھک جائیں اورفریاد کریں توصبح کی روشنی کی امید دلاؤاوردن چڑھے آرام کرنے کا وعدہ کرلو۔

اسی طرح کی حکایت بشر حافیؒ سے منقول ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی کہیں جارہے تھے ساتھی کو پیاس لگی اس نے کہا کہ اس کنویں سے پانی پی لیں۔بشر حافیؒ نے کہا کہ اگلے کنویں سے پی لیں گے۔جب وہ کنواں آیا توبشرحافی نے آگلے کنویں کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں تک صبر کرو،اسی طرح تسلی دیتے ہوئے بہت دور لے آئے پھر اس سے کہا کہ اسی طرح دنیا کا سفر طے ہوجاتا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس نکتے کوسمجھ لیا،وہ اپنے نفس کو بہلائے گا اوراس کی دلجوئی کریگا اوراس سے وعدہ کرتا رہے گا تا کہ اپنے نفس کے بوجھ کوسنبھال سکے اوراس پرصبر کرلے۔

بعض بزرگان سلف فرمایا کرتے تھے ''اے نفس'' میں تجھے تیری مرغوب چیز سے جو روکتا ہوں تو محض شفقت اور خوف کی بناء پر۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قول ہے کہ میں اپنے نفس کو خدا کی طرف بڑھائے جاتا تھا اور وہ روتا رہتا تھا پھر رفتہ رفتہ ہنستا کھیلتا اللہ کی طرف بڑھنے لگا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی خاطر داری اور نرمی ضروری ہے، راستہ اسی طرح طے ہوتا ہے۔

(صید الخاطر ۱۴۶)

ایک مرتبہ مجھے ایسے معاملے میں جو شرعاً مکروہ تھا مجھے کو کشمکش تھی، نفس تو تاویلات سامنے لاتا تھا کہ کراہت کو نظر سے ہٹاتا تھا۔ درحقیقت نفس کی تاویلات فاسد تھیں اور اسکے کراہت ہونیکی کھولی ہوئی دلیل موجود تھی، میں نے ان کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اللہ اس کیفیت کو دور فرمادے اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کردی، جب اس پر پہنچا ﴿قَالَ مَعَاذَ اللّٰہِ اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ﴾ تو میں نے اپنے نفس کو مخاطب کیا کہ اب ذرا غور کر تو حقیقتہً غلام ہے ایسے مالک کا جو تیرے وجود کے وقت سے برابر تیرے ساتھ ہے اور برابر تیرے پر احسانات کرتا رہا اور اتنی بار تیری پردہ پوشی کی جس کا کوئی شمار نہیں۔

تجھے یاد نہیں، تیرے رب نے کس طرح تیری پرورش کی۔ تجھے سکھایا پڑھایا، تجھے روزی دی، تیری حفاظت کی اور بہترین راستے پر تجھے ڈالا۔ ہر مکر اور دشمنی سے تجھے بچایا۔ ظاہری حسن صورت کے ساتھ باطنی ذکاوت عنایت فرمائی، علوم کو تیرے لئے سہل بنانا۔ مختصر عرصہ میں تجھے وہ علوم حاصل ہوئے جو دوسروں کو طویل عرصہ میں نصیب نہیں

ہوئے۔ تیری زبان پر علوم کو جاری کیا اور فصاحت و بلاغت کے ساتھ ان کی تعبیر کی قوت عطا فرمائی۔ مخلوق سے تیرے عیوب کو چھپایا، ان کا معاملہ تیرے ساتھ حسن ظن کا رہا، تیرا رزق بغیر اہتمام و تکلف کے تجھ تک پہنچایا۔

بخدا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رب العالمین کے کس کس احسان کا تذکرہ کیا جائے۔ حسن صورت کا یا صحت اعضاء کا یا سلامت مزاج کا یا بچپن سے ہی سدھے اور معتدل راستہ کی توفیق کا، بے حیائیوں اور لغزشوں سے حفاظت کا۔ اور حدیث و سنت کی اتباع کا۔

الغرض ﴿وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا﴾ کتنے دشمنوں نے تیرے لئے جال بچھائے اور اللہ تعالی نے اس سے تیری حفاظت کی، کتنے مخالفوں نے تجھ کو ذلیل کرنا چاہا اس نے تجھے سربلندی عطا فرمائی، کتنی نعمتوں سے دوسرے محروم رہے اور تو ان سے سیراب کیا گیا، کتنے آدمی دنیا سے نامراد چلے گئے اور تو فائز المرام رہا۔

اس حال میں تیرے دن گزر رہے ہیں کہ تیرا جسم صحیح سالم، دین محفوظ، علم روز افزوں، دلی مقاصد پورے۔ اگر کوئی مقصد بر نہیں آتا تو اس کی طرف سے صبر کرنیکی توفیق کا عطا ہونا اور یہ سمجھانا کہ اس کے پورا نہ ہونے میں ہی حکمت الٰہی تھی، یہاں تک کہ تجھے یقین آجاتا ہے کہ تیرے حق میں یہی بہتر تھا۔

اگر میں پچھلے احسانات کو گننا شروع کردوں تو دفتر کے دفتر سیاہ ہوجائیں تب بھی ختم نہ ہو۔ اس کے علاوہ جن احسانات کا میں نے ذکر نہیں کیا ہے وہ ان سے کہیں زیادہ

ہیں۔ یہ گنتی تو صرف اشارہ ہے۔ ان بے شمار احسانات کے باوجود کسی فعل کو اپنی مرضی کے خلاف سمجھنا کب زیبا دیتا ہے۔

﴿مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

(صید الخاطر: ۲/ ۲۵۸ سے ۳۸۳)

(۱۶) سلف صالحین کے حالات کے مطالعہ کی ضرورت:

سلف صالحین باوجود فقیہ اور محدث ہونے کے اس حقیقت سے بے خبر نہ تھے کہ قلب کی اصلاح اور اعمال کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے سلف صالحین کے موثر حالات کے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ ابن جوزیؒ اپنی تصنیفات تلبیس ابلیس اور صید الخاطر دونوں میں فقہاء محدثین اور طلبہ اور علماء کو وہ اس کا مشورہ دیتے ہیں اور اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں، صید الخاطر میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ فقہ اور حدیث کی مشغولیت قلب میں اعمال کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں۔ اس کی تدبیر یہی ہے کہ اس کے ساتھ مؤثر واقعات اور سلف صالحین کے حالات کا مطالعہ شامل کیا جائے۔ حلال وحرام کا خالی علم قلب میں رقت پیدا کرنے کے لئے کچھ زیادہ سودمند نہیں۔ قلوب میں رقت پیدا ہوتی ہے، مؤثر احادیث وحکایات اور سلف صالحین کے حالات سے۔

سلف کی ایک جماعت کسی نیک اور بزرگ شخص سے محض ان کے طور طریقے کو دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی۔ علم کے استفادہ کے لئے نہیں، اس لئے کہ یہ طور وطریقہ اس کے علم کا پھل تھا۔ اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لو اور فقہ اور حدیث کی تحصیل میں صالحین

اور زُہّا دِ امت کی سیرت کا مطالعہ ضرور شامل کروتا کہ اس سے تمہارے دل میں رقت پیدا ہو۔ (صید الخاطر: ۲/ ۳۰۲)

(۱۶) ادبیت اور خطابت:

ابن جوزیؒ کی فصاحت اور بلاغت اور حسن خطابت پر مؤرخین کا اتفاق ہے، ان کی مجالس وعظ کی مقبولیت بہت زیادہ تھی۔ اس میں اپنی ذہنی کشمکش کا ذکر کیا ہے کہ میرے نفس نے اس کی ترغیب دی کہ وہ وعظ و نصیحت کا اہتمام بالکل چھوڑ دیں، اور الفاظ کی طرف بالکل توجہ نہ کریں کیونکہ یہ تکلف اور تصنّع ہے، لیکن انہوں نے اپنے علم اور تفقہ سے اس خیال کو دفع کیا اور اپنے نفس کو سمجھایا کہ حسن کلام ایک خداداد قابلیت ہے، ایک ہتھیار اور ایک کمال کی بات ہے نہ کہ نقص اور عیب کی اس قابلیت سے دعوت و تبلیغ میں اس سے کام لینا چاہئے، اس کی ناقدری نہیں کرنی چاہئے۔

اسی طرح ان کے ذہن میں کئی بار شدّت سے اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ اس وعظ گوئی اور دعوت و تبلیغ کو چھوڑ کر زہد اور انقطاع کی زندگی اختیار کرلیں اور لوگوں سے بالکل یکسوں ہوکر گوشہ نشین ہوجائیں مگر انہوں نے دلائل اور براہین سے اور نفس سے مفصل مباحثہ اور مناظرہ کرکے اس خیال کو ہٹایا اور نفس کو قائل کیا کہ یہ القاء شیطانی ہے۔

شیطان یہ دیکھ نہیں سکتا کہ ہزاروں آدمی اس کے جال سے نکل کر ہدایت کے راستہ پر پڑ جائیں۔ انبیاء علیہم السلام کا راستہ دعوت و تبلیغ کا تھا اور ان کی زندگی اجتماعی اور اختلاط کی تھی۔

نفس چور ہے کہ وہ بیکاری اور تعطل کو پسند کرتا ہے اور جد وجہد سے بھاگتا ہے، الغرض شیطان ان کو افادہ عوام اور عمومی دعوت کے کام سے ہٹا نہیں سکا، انہوں نے اپنی ساری دماغی صلاحیتیں اور خدا کی بخشی ہوئی طاقتیں اصلاح امت پر لگادی اور نصف صدی سے زیادہ پورے انہماک کے ساتھ پوری قوت سے اصلاح وافادہ کے کام میں مشغول رہے۔

وفات:

۵۹۷ھ شب جمعہ کو اس داعی الی اللہ نے انتقال کیا، بغداد میں کہرام مچ گیا، بازار بند ہو گئے، جامع منصور میں نماز جنازہ پڑھی گئی، یہ وسیع مسجد کثرت ازدحام سے تنگ اور ناکافی ثابت ہوئی، یہ بغداد کی تاریخ میں ایک یادگار دن تھا ہر طرف غم کے آثار اور گریہ زاری کی آوازیں بلند تھیں، لوگوں کو ان سے ایسا تعلق تھا کہ رمضان بھر لوگوں نے راتیں ان کی قبر کے پاس گذاریں اور کئیں قرآن مجید ختم کئے۔

(ماخوذ از تاریخ دعوت وعزیمت، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

(۱۸) المقدمہ

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، امابعد:

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو اس کے مقام رضا کو پا سکیں اور رحمت کاملہ ہو ایسی ذات پر جو اس کے تمام منتخب بندوں پر جو اشرف واعلیٰ ہیں اور ان لوگوں پر جنہوں نے آپ کی رفاقت اختیار کی اور ساتھ دیا اور ایسا سلام ہو جس کی انتہا نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے علم کو تحریر کے ذریعہ قید کرلو، بسا اوقات مجھے ایک چیز ذہن میں آتی ہے اور میں مصروفیت کی وجہ سے اسے لکھ نہیں پاتا تو وہ جاتی رہتی ہے اور افسوس باقی رہ جاتا ہے تو میں نے علوم کے شکار کو اس کتاب میں قید کیا ہے اور نفع کے مالک تو اللہ ہی ہے جو قریب بھی ہے اور قبول کرنے والے بھی۔

(۱۹) دنیا سے جوڑ و ربط:

طبیعت میں دنیا کی طرف کشش کئی وجہ سے ہوتی ہے اور سب کے اندر پیدا ہوتی ہے اور آخرت کا ذکر طبیعت کے باہر کی چیز ہے اور نظر سے اوجھل بھی ہے بہت دفعہ بے علم آدمی یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ وہ وعیدیں جو قرآن میں ہیں وہ آخرت کی طرف فکر کرنے کے اسباب زیادہ قوی ہیں اس لئے آخرت کی طرف رجحان ہونے لگتا ہے حالانکہ معاملہ یہ نہیں بلکہ دنیا کی طرف طبیعت کے میلان کی مثال اس جاری پانی کی

طرح ہے جو نیچے کو بہنے کا تقاضہ رکھتا ہے اسے اوپر اٹھانے اور چڑھانے کے لئے تکلف کی ضرورت ہوتی ہے اسی لئے دلائل شرعیہ ترغیب وترہیب کے ذریعہ عقل کے لشکر کی مدد کرتے رہتے ہیں، باقی رہی طبیعت تو اس کے اپنے اسباب کشش بہت ہیں جن کے غالب آنے پر تعجب نہیں بلکہ تعجب ان کے مغلوب ہوجانے پر ہے۔

(۲۰) انجام کو سوچنے والا سلامت رہتا ہے:

جو شخص کسی کام کی ابتداء ہی میں اس کے انجام کو نگاہ بصیرت سے دیکھ لیتا ہے وہ اس کی خیر حاصل کر لیتا ہے اور اس کے شر سے محفوظ رہتا ہے اور جو انجام میں غور نہیں کرتا اس پر خواہش غالب آتی ہے اور جس شئ سے سلامتی چاہی تھی وہی چیز اس پر آفت لاتی ہے اور جس چیز کو راحت حاصل ہونے کی امید باندھی وہی اس کے لئے مشقتوں کا سامان بنتی ہیں۔

اس کی تشریح ماضی کے ذکر سے واضح ہوسکتی ہے اور وہ یوں ہے کہ تو نے اپنی عمر میں اللہ تعالیٰ کی معصیت کی ہیں یا اطاعت تو تیری معصیت کی لذت کہاں ہے؟ اور تیری اطاعت کی مشقت کہاں ہے؟ وہ تو بہت دور جا چکی اورر معصیت اپنی اور اطاعت اپنی مشقت لے جا چکی۔

اب اس کے پاس حسرت وافسوس کی تلخی کے سوا کچھ نہیں، کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہر گناہ اپنے نتیجہ اور انجام کے ساتھ مربوط ہے لہذا اسلامتی چاہتا ہے تو پہلے انجام کو سوچ اور ظاہر کی خواہش پر نہ جا، ندامت اٹھائے گا۔

(۲۱) فریب دنیا:

تو اپنی صحت پر غرور کرتا ہے اور اچانک آنے والی بیماری کو بھولائے ہوئے ہے ،اپنی عافیت وسلامتی پر خوش ہو رہا ہے اور آفت سر پر آجانے سے غافل ہے دوسروں کی قبروں نے تیرے مرنے سے پہلے تیری قبر دکھادی ہے لذتوں کے حصول نے اپنی ذات کے فنا ہونے کی یاد تجھے یاد نہیں۔

مرنے والوں کے احوال ان کے مرنے کے بعد کیا ہوتے ہیں تجھے اس کی خبر ہی کسی نے نہیں سنائی،تو نہیں جانتا تو لے یہ مرنے والوں کے مکانات ہیں جنہیں ان کے مرنے کے بعد ہواؤں کے چکّروں نے کھنڈر بنا دیا ہے اور یہ ان کی بوسیدہ قبریں ہیں۔

وہ آنکھ کیسے چین سے سوسکتی ہے جسے کچھ پتہ نہیں کے اچھے اور برے ٹھکانے میں سے اس کو کہاں اترنا ہے،سب سے زیادہ محفوظ اور قابوں میں رکھنے کی چیز زبان اور آنکھ ہے،خواہش خود مکر وفریب کا مجموعہ ہے۔

اپنی نگاہ کو پست رکھ تو ایسی محبت سے بچ جائے گا جس میں عیب وذلت کا لباس پہننا پڑتا ہے کیونکہ نوجوان کی آفت نفس کی موافقت میں ہے اور کسی سے محبت نگاہ اٹھانے سے ہوتی ہے۔اسے خوب سمجھ لے۔

(۲۲) اخلاص والے لوگ:

سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ سزا یافتہ کو اس کا احساس نہ ہو اور اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ وہ سزا میں خوشی محسوس کرے،جیسا کہ مال حرام پر خوش ہونا اور جو شخص اس درجہ

تک پہنچ جائے، اسے اطاعت کی توفیق نہیں ملتی، اور میں نے بہت سے علماء سوء اور نام نہاد زاہدوں کے حالات میں غور کیا ہے اور انہیں ایسی سزاؤں میں دیکھا ہے جن کا ان کو احساس تک نہیں۔

چنانچہ بعض عالم وہ ہیں کہ ان کی غلطی بتائی جائے تو غضبناک ہوجاتے ہیں اور واعظ اپنے وعظ مین تکلف کے عادی ہیں اور نام نہاد صوفی منافق یا رِیا کار ہیں، ایسے لوگوں کی پہلی سزا تو یہ ہے کہ وہ حق سے کٹ کر مخلوق کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

باطنی سزا یہ ہے کہ مناجات اور عبادات کی لذت ان سے چھین لی جاتی ہے۔

ہاں کچھ مومن مرد اور عورتیں ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین ان ہی کی برکت سے قائم رکھی ہے ان کے باطن اور ظاہر یکساں ہیں، بلکہ باطن ظاہر سے زیادہ روشن ہیں، ان کے باطنی اخلاق ظاہری عادات جیسے بلکہ باطن سے بڑھ کر اجھلے ہیں ان کی ہمتیں ثریا سے بلند۔ غافل لوگ اپنی غفلتوں میں مست ہیں اور یہ اپنی منزلیں طئے کرتے جاتے ہیں، زمین کے خطے ان سے محبت کرتے ہیں، آسمانوں پر فرشتے ان پر خوشیاں مناتے ہیں۔

ہم اللہ سے دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی اتباع کی توفیق ہمیں عطا فرمائیں اور ان کی متبعین سے میں بنائیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(۲۳) تیاری کرنے والا کامیاب ہوا:

ہر عقلمند کو اپنے سفر کے لئے تیاری کرنا لازم ہے۔ کیا معلوم کہ اچانک اللہ تعالی کا

حکم آجائے۔اور کچھ پتہ نہیں کب بلایا جائے۔میں بہت سے لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی جوانی میں مست ہیں اور اپنے ساتھیوں کا چلا جانا بھول چکے ہیں اور طویل امیدوں نے انھیں غافل کر رکھا ہے۔

اور خشک عالم کبھی اپنے کو کہتا ہے آج علم میں لگا رہ، کل عمل کر لینا۔راحت و آرام کی محبت میں وہ اسی سستی میں مبتلا رہتا ہے اور توبہ کر کے تیاری کرنے میں تاخیر کرتا رہا ہے۔غیبت سننے اور کرنے سے سے کبھی وحشت محسوس نہیں کرتا۔مشتبہ کمائی سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا اس امید پر کہ کل نیکی کرونگا، صفائی ہو جائیگی اور بھول گیا ہے کہ موت کبھی اچانک آجاتی ہے۔

پس عقلمند وہ ہے جو ہر لمحہ کو اس کا حق واجب ادا کرتا ہے، اگر موت اس پر اچانک بھی آتی ہے تو تیار ہوتا ہے اور اگر کچھ موقعہ پالے تو خیر میں اضافہ کر لیتا ہے۔

(۲۴)عذاب کے اسباب:

ایک مرتبہ میں ان شدید مصیبتوں اور آفتوں کے بارے میں سوچنے لگا جو عام لوگوں پر آتی ہے ہیں اور انتہائی مشقتوں میں ڈالتی ہے اور میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ سبحان اللہ! اللہ تعالی کریموں سے بڑھکر کریم ہے اور کریم کی شان درگزر کرنا ہے پھر سزائیں اور آفتیں کیوں؟

میں نے دیکھا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام ممنوعہ میں اور ناجائز امور میں کچھ توجہ نہیں دیتے بلکہ اپنی ڈگر پر چوپایوں کی طرح چلے جا رہے ہیں۔اگر شریعت ان کی مراد پوری کرتی ہے تو ٹھیک ورنہ ان کو اپنے اغراض سے کام اور مال مل جائے تو پرواہ

نہیں کہ حرام ذریعہ سے آیا یا حلال سے۔ نماز آسانی سے مل گئی تو پڑھ لی اور کچھ مشقت پڑی تو چھوڑ دی اور انہی لوگوں میں کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جو ممانعت معلوم ہونے کے باوجود بڑے بڑے گناہوں پر جرأت دکھاتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ مصائب اور سزائیں کیسی ہی بڑی ہو مگر لوگوں کے جرائم سے کم ہیں۔ پھر کوئی سزا اللہ کی طرف سے گناہوں کو مٹانے کے لیے آتی ہیں تو وہ چیختا اور پکارتا ہے کہ یہ کس گناہ کی سزا ہے؟

ان گناہوں میں بعض وہ گناہ ہوتے ہیں جو زمین کو ہلا دیتے ہیں اور وہ ان کو بھلا ہوا ہوتا ہے۔ کبھی ایک بوڑھا بڑھاپے میں وہ سختیاں جھیلتا ہے کہ قلوب ترس کھانے لگتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ یہ سب جوانی میں اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پامالی کی وجہ سے ہے۔

پس ہر مصیبت و آفت گناہ ہی کے سبب سے ہے ابو علی روزباری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فریب نفس کی یہ بھی ایک صورت ہے کہ تو برائی کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایات کا سلسلہ جاری رہے جس پر تو توبہ چھوڑ بیٹھے اور سمجھنے لگے کہ تیری غلطیوں اور کوتاہیوں پر یوں ہی عفو و درگزر ہوتی رہے گی۔

(۲۵) وقت کی قدر و قیمت:

انسان کو اپنے زمانے کی قیمت اور وقت کی قدر پہچاننی چاہیے اور کوئی لمحہ بھی کسی خیر و خوبی میں لگائے بغیر ضائع نہ کرنا چاہیے اور اس میں بہتر سے بہتر قول و عمل کو اہمیت دے اور مقدم رکھے اور امور خیر میں اپنی نیت مضبوط رکھے اور کسی ایسے عمل کی وجہ سے اس میں فتور نہ آئے دے جس کو کرنے سے بدن عاجزی محسوس کرے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ سلف کی ایک جماعت تھی جو اپنے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرتی تھی اور کچھ لوگ اسلاف میں سے کسی کے پاس ان کی موت کے وقت حاضر ہوئے وہ نماز میں تھے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اب میرا صحیفہ عمل لپیٹ دیا جائیگا۔

جب انسان کا یقین بن جاتا ہے کہ موت اس کو عمل سے منقطع کر دیتی ہے تو وہ اپنی زندگی میں ایسے عمل کی کوشش کرتا ہے جس کا اجر موت کے بعد چلتا رہے۔ ایسی اولاد چاہتا ہے جو اس کے مرنیکے بعد ذکر اللہ کرتی رہے اور اس کا اس کو اجر ملے یا کوئی علمی کتاب لکھ جاتا ہے۔ یا کوئی ایسا عمل خیر کر جاتا ہے جسے سن کر لوگ بھی اس کی نقل میں وہ عمل کرتے ہیں۔ یہ ایسے شخص ہیں جنہیں کبھی موت نہیں ہوتی۔ قومین مر جاتی ہیں مگر یہ لوگ انسانوں میں زندہ رہتے ہیں۔

(۲۶) اختیار اسباب مطلوب ہے:

میں نے شیطان کے سب سے بڑے مکر اور حیلوں میں سے یہ چیز دیکھی ہے کہ وہ مال والوں کو امیدوں کے ذریعے گھیرے میں ڈالتا ہے اور ایسی ایسی لذتوں میں مشغول کرتا ہے جو انہیں آخرت کے دھیان سے اور اس کے اعمال سے غافل کر دیتی ہے۔ اور جب وہ انہیں مال کے ساتھ جوڑ دیتا ہے تو اس کے جمع کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور یہ اس کا مضبوط حیلہ اور قوی مکر ہے جس میں اور بہت سے لطیف باریک حیلے چھپے ہوئے ہیں۔

شیطان کا ایک مضبوط حیلہ یہ بھی ہے کہ اہل ایمان کو مال جمع کرنے سے ڈراتا ہے۔جس سے آخرت کے طالب حضرات مال کمانے سے بھاگتے ہیں اور شیطان ان کو زہد کی ترغیب دیتا ہے اور ترک مال کا حکم دیتا ہے اور کسب مال کے ذرائع اور اسباب سے ڈراتا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس میں تیری خیر خواہی اور دین کی حفاظت ہے ان باتوں میں اس کے عجیب عجیب مکر پوشیدہ ہوتے ہیں۔

کبھی شیطان ایسے مشائخ کی آواز میں بات کرتا ہے جن کی یہ اہل ایمان پیروی کرتے ہیں شیطان ان کو کہتا ہے کہ اپنا سب مال چھوڑ کر کے زاہدوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤ، اور جب تک تیرے پاس صبح یا شام کا کھانا جمع ہے تو اہل زہد میں شمار نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اہل عزیمت کا مرتبہ پا سکتا ہے، اور اکثر و بیشتر ایسی روایتیں سناتا ہے جن کو حقیقت اور صحت سے واسطہ نہیں ہوتا۔

اور جب وہ شخص اپنا سب مال ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے اور اسباب معیشت سے بھی فارغ ہو جاتا ہے تو برادری اور رشتہ داروں کے ہدیوں اور تحفوں کی طمع کرنے لگتا ہے کیونکہ یہ صاحب ترک اسباب کے طریق پر تا دیر قائم نہیں رہ سکتا، پھر یہ جس حال کو چھوڑ بیٹھا تھا اس سے کہیں زیادہ برے حال میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر یہ سائل کی طرح ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

اگر یہ ایک نظر عظیم لوگوں کے احوال پر ڈال لیتا اور صحیح احادیث میں ذرا غور کرلیتا تو پتہ چلتا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس قدر مال رکھتے تھے کہ ان کے مویشیوں کیلئے زمین تنگ ہوگئی تھی اور یہی حال حضرت لوط علیہ السلام کا تھا اور بھی بہت

سے انبیاء علیہم السلام کا، نیز صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کثیر جماعت کا کہ ان حضرات نے مال نہ ہونے پر صبر کیا مگر اصلاح احوال کیلئے کسب اسباب سے منع نہیں کرتے تھے، اور اگر پاس میں مال ہوتا تو حد مباح تک استعمال سے بھی نہ روکتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تجارت کا مشغلہ رکھتے تھے۔

میں نے بہت اہل دین اور اہل علم حضرات کو اس حال پر دیکھا ہے کہ شروع شروع میں علمی مشاغل میں لگنے کی وجہ سے کسب مال نہ کر سکے اور پھر ضروریات زندگی سے تنگ ہوئے تو ذلت اٹھانی پڑی حالانکہ وہ سب سے بڑھ کر عزت کے لائق تھے۔

پہلے دور میں بیت المال اور دیگر احباب کے تعاون ان حضرات کو کافی ہو جاتے تھے مگر اب جب اس کا سلسلہ باقی نہیں تو ایک دیندار شخص جب کسی ضرورت کو حاصل کرنے کی سکت نہیں رکھتا تو دین کو اس کیلئے استعمال کرتا ہے۔ کاش اس کو یہ نوبت ہی نہ آتی - بسا اوقات وہ دین کو ضائع کر بیٹھتا ہے مگر کوئی چیز حاصل نہیں کر پاتا لہذا عاقل انسان کو لازم ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہو اسکی حفاظت کرے اور کسب مال کی کوشش کرتا رہے تا کہ ظالم کا احسان مند ہونے سے اور جاہل کی چاپلوسی سے محفوظ رہے نام نہاد صوفیوں کی واہیات باتوں کی طرف بالکل دھیان نہ دے۔ جو حالت فقر میں عجیب عجیب دعوے سناتے ہیں اور فقر میں صبر کرنیوالا مرض میں پر صبر کرنیوالے کی طرح ہے۔

ان باتوں پر غور کرنے سے غنا کی شرافت اور فقر کی مذمت خوب معلوم ہوسکتی ہے۔

(۲۷)عدل وانصاف کی ترازو:

حق تعالی کے فیصلوں میں غور کرنے والا جان سکتا ہے کہ وہ عدل کے قانون پر قائم ہے وہ عمل کرنیوالے کی جزا کو تیار رکھتا ہے چاہے کچھ عرصہ بعد ہی سہی۔ لہذا ڈھیل ملنے پر کسی کو فریب میں مبتلا نہ ہونا چاہے جزا میں کبھی تاخیر ہو جاتی ہے، اور سب سے بدترین گناہ جس کے لئے عظیم بدلہ تیار کیا گیا ہے وہ کسی گناہ پر اصرار کرنا ہے اور تعجب یہ کہ ایسا شخص ساتھ ساتھ صوم وصلوٰۃ اور استغفار وغیرہ بھی کرتا رہتا ہے اور وہ اس صورت حال کو مفید بھی سمجھتا ہے۔

اور مخلوق میں سب سے بڑا ابتلاء فریب وہ شخص ہے جو خود حق تعالی کے ناپسندیدہ کاموں پر لگا ہوا ہے اور پھر بھی اس سے اپنی مرغوب اور مطلوب چیزیں مانگتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ عاجز ہمت ہارا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہشات پر لگاتا ہے اور اپنی مرغوبات کی اللہ سے تمنا رکھتا ہے۔

عقلمند کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کے نتائج (بدلہ) کا دھیان رکھے۔ علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ایک آدمی کو شرمندہ کرتے ہوئے" یا مفلس" کہا تھا جس کے چالیس سال بعد میں خود مفلس اور نادار ہو گیا۔

اس کے بالمقابل جو شخص کوئی عمل خیر کرتا ہے اور نیت صحیح کر لیتا ہے، اسے اس کی بہترین جزا کا منتظر رہنا چاہے گو دیر بھی ہو جائے۔ ارشاد باری تعالی ہے: جو شخص تقوی اختیار کرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جو شخص کسی عورت کا حسن و جمال دیکھنے کے بجائے آنکھ پست کر لیتا ہے اس کو اللہ تعالی ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں جس کی لذت وہ اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔ لہذا صاحب عقل کو یقین کر لینا چاہئے کہ عدل کے ترازو میں جھول نہیں۔

(۲۸) صوفیانہ بدعتیں:

میں نے نام نہاد صوفیا اور زاہدوں کے حالات میں غور کیا تو اکثر کو شریعت سے ہٹا ہوا پایا، جو احکام شرع اور خود ساختہ بدعتوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسی آیتیں دلیل میں لاتے ہیں جن کے معنی تک سے واقف نہیں۔ اور ایسی روایتیں سناتے ہیں جو خاص خاص مواقع رکھتی ہیں اور ان میں اکثر درجہ ثبوت کو نہیں پہنچ پاتی، چنانچہ لوگوں نے قران مجید میں یہ سن لیا ہے کہ دنیا کی زندگی تو محض دھوکہ کا سامان ہے، اور دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا ہے۔

اور حدیث کے حوالے سے یہ سن رکھا ہے کے دنیا اللہ کے نزدیک اس سے بھی کہیں کم درجہ رکھتی ہے جتنا کہ ایک مردہ بکری کا درجہ اس کے گھر والوں میں ہوتا ہے۔ بس ان لوگوں نے اس کو چھوڑنے پر زور لگانا شروع کر دیا یہ نہ دیکھا کہ ان فرمانوں کی حقیقت کیا ہے؟

حالانکہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک چیز کی جب تک حقیقت معلوم نہ ہو اسکی مدح اور مذمت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ ہم ذرا اس کی حقیقت دیکھتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ زمین کا یہ فرش جو مخلوق کیلیے قرارگاہ ہے اسی سے ان کی ضروریات غذائیں وغیرہ نکلتی

ہیں، مرتے ہیں تو اسی میں دفن ہوتے ہیں ایسی مصلحتوں کے ہوتے ہوئے اس کی مذمت کیسے ہوسکتی ہے۔

پھر دیکھتے ہیں کہ زمین پر پانی سے کھیتیاں ہیں، حیوانات ہیں، یہ سب آدمی کی بقااوراپنے رب کی معرفت کا سبب ہےاوراس کی اطاعت اور خدمت میں لگنے کا ذریعہ ہےاور جو چیز کسی عارف و عابد کی بقا کا سبب ہووہ قابل مدح ہیں قابل مذمت نہیں۔

معلوم ہوا قابل مذمت جاہلوں کے افعال ہیں یا دنیا میں رہ کر معصیت کرنے والے ہیں، ورنہ جو شخص مباح مال کماتا ہےاوراس کی زکوۃ ادا کرتا ہے وہ کیوں مذمت کے قابل ہو۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے جو کچھ چھوڑا وہ کسے معلوم نہیں؟ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زکوٰۃ چالیس ہزار تک پہنچتی تھی، حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نوے ہزار چھوڑے۔لیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو ہر سال بیس ہزار زمین کی آمدنی سے آتے تھے۔حضرت سفیان بھی تجارت پیشہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ احمقوں کے پیچھے جوتے چٹخانے والے عوام میں عقل نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔

ہم نے سنا ہے بلکہ مشاہدہ بھی کیا ہے کہ لوگ ایک شخص کی مدح سرائی یوں کرتے ہیں کہ فلاں رات بھر نہیں سوتا دن کو روزہ رکھتا ہے بیوی کو پہچانتا تک نہیں۔ دنیا کی مرغومات کا ذائقہ نہیں چکھا، جسم لاغر ونحیف ہڈیاں خشک ہوگئی ہیں یہاں تک کہ نماز بھی

بیٹھ کر پڑھتا ہے یہ ان علما سے بہتر ہے جو کھاتے پیتے مزے اڑاتے ہیں یہ ان لوگوں کے علم کی انتہا ہے۔

اگر ان کو ذرا سمجھ ہوتی تو پتہ چلتا کہ اگر پوری دنیا اپنی لذتوں اور مرغوبات سمیت ایک لقمہ بنا دی جائے اور اللہ کے حکم پر فتوی دینے والے اسکی شریعت کی بات بتانے والا عالم اسے کھالے تو اس کا ایک فتویٰ جو اللہ کی راہ دکھاتا ہے مذکورہ عابد کی عمر بھر کی عبادت سے کہیں بہتر اور افضل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہیکہ ایک فقیہ ابلیس پر ہزار عابدوں سے بھاری ہے۔

میری ان باتوں سے یہ تاثر نہ لیا جائے کہ میں ایسے عالم کی فضیلت سنا رہا ہوں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا، میں اس باعمل عالم کی بات کرر ہا ہوں جو اپنے نفوس کی مصالح سے بھی واقف ہیں۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو سادے اور موٹے چھوٹے پر گذران پسند کرتے ہیں جیسے امام احمد بن حنبلؒ اور بعض باریک لباس اور لطافت پسند بھی ہوئے ہیں جیسے سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ کہ وہ حضرات ورع اور تقوی والے تھے۔

اور یہ مناسب نہیں کہ ایک شخص سے ایسا مطالبہ کیا جائے جو دوسروں کی ہمت وطاقت میں ہے۔ ممکن ہے کہ یہ نہ کرسکے کیونکہ ہر انسان اپنے نفس کی صلاح اور مناسبت سے واقف ہوتا ہے۔

رابعہ بصریہؒ کا قول ہے کہ اگر تیرے نفس کی بہتری فالودہ کھانے میں ہے تو کھالو، بہت سے اچھی حالتوں میں زندگی بسر کرنے والے لذت کے شوقین نہیں ہوتے بلکہ ان کی نگاہ اپنے نفس کی اصلاح پر ہوتی ہے، ہر بدن موٹے اور کھدرے لباس کا متحمل نہیں ہوتا۔

یہ اجمالی باتیں جو وقتی طور پر ذہن میں آئی جلدی میں ان کو قلم بند کر دیا ہے، اگر واقعات اور شواہد کے ذریعہ اس کی شرح کرنے لگتا تو قصہ طویل ہو جاتا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو نافع بنائے۔

(۲۹) مرنے کے بعد روح کا ٹھکانہ :

لوگوں پر نفس اور اس کی حقیقت کا معاملہ مشکل دکھائی دے رہا ہے اگرچہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے، ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ضرور ہے لیکن اس حقیقت کا جاننا مشکل ہے کہ مرنے کے بعد روح کہاں ہوتی ہے؟ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ مرنے کے بعد بھی روح موجود ہوتی ہے لذتیں اڑاتی ہے یا تکالیف میں پھنستی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جنت میں اور کافروں کی دوزخ میں ہوتی ہیں جیسا کہ شہید والی حدیث میں ہے کہ وہ سبز پرندوں کے پوٹو میں ہوتی ہیں جو جنت کے درختوں پر ہوتے ہیں۔

بعض جاہلوں نے نعمتوں اور لذت اٹھانے والی روایتوں کے ظاہر ہی کو لیا اور کہنے لگے کہ مردے قبروں میں کھاتے پیتے اور نکاح کرتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ مرنے کے بعد روح نعمتوں میں چلی جاتی ہے یا عذاب میں اور قیامت تک اسی حال میں رہتی ہیں قیامت میں پھر اپنے جسم میں لوٹا دی جائے گی تا کہ نعمتوں کی کامل لذت ان وسائط کے ذریعہ حاصل ہو۔

اور سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ لذت کا حصول

روح کو کسی نہ کسی واستہ کے ساتھ ہی ہوتا ہے ہاں مگر یہ لذتیں کھانے پینے کی ہیں البتہ علوم ومعارف کی لذت بلا واسطہ بھی ممکن ہے۔ اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ میں نے موت کی وجہ سے کچھ اضطراب محسوس کیا اور یہ بھی کہ شاید موت کے بعد روح بھی ختم ہوجاتی ہے تو میں نے اپنے نفس سے مخاطب ہوکر کہا کہ اگر تیرا شریعت پر ایمان ہے تو شریعت جو کچھ کہتی ہیں اس سے انکار کی گنجائش نہیں اور اگر شریعت کی بات میں کچھ شک ہے تو پہلے اسی کے حق ہونے کی بات کرنی ہوگی تو نفس نے جواب دیا مجھے کوئی شک نہیں۔ تو میں نے کہا کہ بس ایمان کو صحیح رکھنے اور تقوی کو حاصل کرنے کی محنت اور کوشش کرو اور موت کے وقت ہی راحت وآرام کی بشارت حاصل کرو کیونکہ تیرے بارے میں مجھے عمل کی کوتاہی کا ہی ڈر ہے اور یہ بھی جان لے کہ نعمتوں کا فرق فضیلتوں کے مختلف درجات کے لحاظ سے ہے لہذا محنت کے پروں کے ساتھ اس کے اعلیٰ مقامات تک پہنچنے کی کوشش کرو اور خواہشات کے شکاری اور فریب کے جال سے خوب بچ کے رہو، اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔

(۳۰) علم وحکمت والے کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے:

ایک عجیب حالت یہ دیکھی کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کے قانون کے موافق یہ اجسام بنائے جو اس کی صنعت اور کمال قدرت اور لطیف حکمت کی دلیل ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ ان اجسام کو توڑ پھوڑ دیتا ہے اسے دیکھ کر عقلیں حیران ہوجاتی ہیں کہ آخر اس میں کیا بھید ہے؟

پھر اللہ نے بتایا کہ قیامت کے روز پھر ان اجسام کو اس کی بارگاہ میں لوٹ کر

آنا ہے، حالانکہ یہ اجسام اس لئے ملے تھے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کی معرفت کی گذرگاہ سے معرفت حاصل کرتے ہوئے گذر سکے اور کاروبار کے موسم میں تجارت کرسکیں اور یہ حال عقلوں کوسکون پہچانے کا ذریعہ ہے۔

پھر اسی جنس کی بعض چیزیں اس سے بھی عجیب دیکھی مثلاً نوجوان جو ابتداء شباب ہی میں دنیا سے رخصت ہورہے ہیں بظاہر ان کے دنیا میں آنے کا ابھی مقصد بھی ظہور میں نہیں آیا اور اس سے بھی زیادہ عجیب یہ کہ ایک بچہ جو والدین کے ہاتھوں سے اُچک لیا جاتا ہے اور والدین پیچ وتاب کھاتے رہ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کوتو اس کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ توغنی ہے مگر والدین کی بچہ سے محرومی ہوجاتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی راز معلوم نہیں ہورہا۔ جب کہ بچہ کے زندہ رہنے کی اشد ضرورت تھی۔

اور اس سے بھی زیادہ عجیب اور حیران کن بات یہ تھی کہ ایک بوڑھے کھوسٹ کی بقاہے جسے اب مصائب اور تکالیف کے سوا کچھ میسر نہیں۔

پھر اسی نوع کی ایک شکل اور ہے کہ ایک عقل وفہم والا مومن رزق کی تنگی میں مبتلا ہے اور ایک احمق کافر خوش حالی کے مزے لے رہا ہے اس قسم کے حالات اور امثال ونظائر میں عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس میں اللہ کی کیا حکمت سمجھیں اور کیا توجیہ بیان کرے۔

میں ان تمام امور میں غور وفکر کرتا رہا جبکہ عقل کی قوتیں ایسے موقعہ پر حکمت معلوم کرنے سے عاجز آجاتی ہے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ ان کاموں کو کرنے والا حکیم (حکمت والا) ہے۔

تو پھر یقین آجاتا ہے کہ بندہ ہر بات کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے اور اپنی عاجزی کا اعتراف بھی کرتا ہے اور اللہ نے بندہ کو اسی عاجزی و اعتراف کا فریضہ ادا کرنے کا مکلّف بنایا ہے۔ لہذا عقل کو کہا جائے گا کہ تیرے نزدیک خالق کے ہر فعل میں حکمت ثابت اور مسلم ہے تو عقل پکار کر کہے گی کہ میں دلائل کی روشنی میں جان چکی ہوں کہ اللہ حکیم ہے اور میں اس کے اسرار و حکمتوں کو ہر موقعہ پر ادراک نہیں کرسکتی۔ لہذا مجھے اپنی عاجزی کا اعتراف ہے اور اس کی حکمتوں کا اقرار اور تسلیم بھی منظور ہے۔

(۳۱) نکاح کے فوائد:

میں نے نکاح کے فوائد اور اس کی حقیقت میں غور کیا تو میں نے دیکھا کہ اس کی اصل و بنیادی چیز اس کے شروع کرنے میں نسل کا وجود اور اس کی آبادی ہے دنیا کی مدت میں طول دینا بھی مقصود تھا اس لئے آنے والے کو جانے والے کے قائم مقام بنایا گیا۔

بظاہر نکاح کی صورت کو شرافت نفس قبول نہ کرتی تھی کہ اس میں کشف عورت ہوتا ہے اور ناپسندیدہ صورت حال کا سامنا ہوتا ہے تو اس کے لئے شہوت رکھی گئی جو نفس کو تیار کرے اور مقصد حاصل ہو۔

پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس کی اصل مقصود بقاء نسل کے ساتھ ساتھ کچھ چیزیں تبعاً بھی حاصل ہوتی ہیں مثلاً مادہ منی کا اخراج کہ اس کا مسلسل جمع ہوتے رہنا بھی مضر ہے اور یہ نفس کے ذخیروں میں سے ایک ذخیرہ ہے اور جب منی کا ذخیرہ مناسب مقدار سے زائد جمع ہو تو طبیعت میں قلق اور اضطراب پیدا کرتا ہے جیسا کہ پیشاب کی رکاوٹ سے اضطراب کی کیفیت پیدا ہوتی ہے مگر پیشاب کی رکاوٹ کے مقابلہ میں منی کی رکاوٹ

سے معنوی اور باطنی آثار زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کا بکثرت جمع ہوجانا اور ایک مدت تک جمع رہنا مشکل امراض پیدا کرتا ہے اس کے بخارات دماغ پر چڑھتے ہیں اور تکلیف دیتے ہیں اور بسا اوقات بدن میں زہر پھیل جاتا ہے۔

مزاج میں سلامتی جمع ہوجانے کے بعد منی خروج کا ایسے ہی تقاضہ کرتی ہے جیسا کہ پیشاب کے خروج کا تقاضہ ہوتا ہے، منی کا زیادہ جمع رہنا امراض پیدا کرتا ہے، فاسد خیالات اور عشقیہ وساوس ودیگر آفات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

اسی لئے عورت کے لئے بہتر ہے کہ اپنے خاوند سے اتنا دور نہ رہے جو اس کی یاد کو بھولا دے اور اتنا قریب بھی نہ رہے کہ ملال پیدا ہو اور یہی بات مرد کے لئے بھی بہتر ہے تاکہ ملول نہ ہوجائے یا اس کے پوشیدہ عیوب سے مطلع نہ ہوجائے۔

پس جو شخص اولاد باکمال چاہتا ہے اور اپنی تسکین بھی تو اسے زوجہ کا انتخاب کرنا چاہئے اس کو ایک نظر سے دیکھ لے، اگر دل میں بیٹھ جائے تو نکاح کرلے اور جو شخص عورت کے ساتھ گفتگو کرسکتا ہے تو اسے کرلینی چاہئے کیونکہ عموماً حسن چہرہ میں اور آنکھوں میں ہوتا ہے۔

امام احمدؒ کی تشریح تو یہاں تک ہے کہ مرد اپنے بننے والی بیوی کا چہرہ کے علاوہ زائد بدن بھی دیکھ سکتا ہے۔

ہمیں محمد بن عبدالباقی نے اپنی سند کے ساتھ عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ تورات میں ہے کہ ہر وہ نکاح جو قلبی محبت کے بغیر ہوگا، قیامت کے دن تک حسرت وندامت کا سبب بنا رہے گا پھر انتخاب کرنے والے کو اخلاق کا بھی پتہ لگانا چاہئے کہ یہ

چھپے ہوئے ہیں کیونکہ چہرہ خوبصورت ہو لیکن اخلاق اچھے نہ ہو تو فقط حسن صورت غلاظت کے ڈھیر پر اگنے والے سبزے کی طرح ہے۔

پس جو شخص ایسی عورت کے حصول پر قادر ہو جو صورت اور اخلاق میں اچھی ہو تو اسے دیگر نقائص سے آنکھیں بند کر لینی چاہیئے اور عورت کو بھی مرد کو خوش رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہیئے، البتہ ایسے قرب سے پرہیز کرے جو ملال پیدا کرے یا ایسے بُعد سے بھی جو یاد ہی کو بھولا دے۔ اور اسے تکلف کے ساتھ رہنا چاہیئے کہ جس سے مرد کی اولاد کی غرض حاصل ہو سکے، مذکورہ بالا احتیاط کے ساتھ باہمی رفاقت کو دوام حاصل ہوگا اور مرد کو اس کی وجہ سے کسی اور کی طرف میلان بھی نہ ہوگا۔

پسندیدہ (محبوبہ) عورت سے نکاح جمع شدہ مادہ منویہ کے بفراغت نکلنے کا سبب ہے، جس سے بہتر اولاد حاصل ہوتی ہیں، اور تسکین خاطر بدرجہ کمال ہوتا ہے، ابھی اور بھی مثالیں مل سکتی ہیں جس کا ذکر طویل ہو جائے گا بس جو اشارۃً کہد یا ہے اسی کو خوب سمجھ لیں، انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

(۳۲) بندگی کا مزہ یا اطاعت کی لذت:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ عالم آخرت کا نمونہ ہے اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آخرت میں ہونے والے امور کا نمونہ ہے چنانچہ مخلوق کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت میں جو کچھ ہیں وہ دنیا کی اشیاء کے ساتھ صرف نام میں مشابہت رکھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کا شوق دنیوی نعمتوں کے نام سے اور عذاب کا خوف دنیوی تکالیف اور عذاب کے نام سے دلایا ہے۔

اور حالات کے لحاظ سے جو بھی دنیا میں جاری ہوتا ہے مثلاً ظالم کو دنیا میں بھی ظلم کا نتیجہ آخرت سے پہلے دنیا میں دیکھنا ہوتا ہے۔اور ایسے ہی جو بھی کرے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا یہی معنی ہے کہ (جو کوئی برا عمل کرتا ہے اس کا بدلہ دیا جاتا ہے)

اور کبھی گناہ گار آدمی اپنے بدن اور مال کی سلامتی دیکھ کر گمان کرنے لگتا ہے کہ عقوبت اور عذاب کوئی چیز نہیں حالانکہ اس کا عذاب سے غافل ہونا بھی عذاب ہے۔

حکماء کہتے ہیں کہ مصیبت کے بعد دوسری مصیبت کا آنا پہلی مصیبت کا عذاب ہے اور نیکی کے بعد دوسری نیکی کرنا پہلی نیکی کا ثواب ہے اور دنیوی عذاب کبھی معنوی ہوتا ہے محسوس نہیں ہوتا جیسا کہ بنی اسرائیل کے ایک عالم نے کہا تھا کہ اے اللہ! میں کس قدر گناہ کرتا ہوں اور تو مجھے عذاب نہیں دیتا تو جواب ملا کہ میں نے کتنی بار تجھے سزا دی اور تو جانتا ہی نہیں کیا میں نے تجھے اپنی مناجات کی لذت سے محروم نہیں کر دیا؟ تو جو شخص اس قسم کی عقوبت کا دھیان رکھتا ہے وہ اللہ کو گھات میں پاتا ہے۔حتی کہ وہیب بن الورد سے جب سوال کیا گیا کہ عاصی آدمی بھی عبادت کی لذت پاتا ہے تو فرمایا: نہیں بلکہ جو گناہ کا ارادہ کرلے وہ بھی نہیں پاتا۔

چنانچہ کبھی نگاہ کو گھماتا ہے مگر بصیرت کے نور سے محروم ہوجاتا ہے یا بے موقعہ زبان چلاتا ہے اور قلب کی صفائی سے محروم ہوجاتا ہے یا کھانے میں مشتبہ چیز کو پسند کرلیتا ہے تو دل تاریک ہوجاتا ہے ، رات کے قیام اور لذت مناجات سے محروم ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ وہ باتیں ہیں جنہیں نفس کا محاسبہ رکھنے والے ہی پہنچانتے ہیں۔

اور اس کے برعکس اہل تقوی اپنے تقوی کی بہترین جزا دنیا میں بھی پا لیتے ہیں جیسا کہ حضرت ابو امامہؓ کی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اجنبی عورت کی طرف دیکھنا شیطانی تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے جو شخص میری رضا کے لئے یہ کام چھوڑ دے گا اسے ایسا ایمان نصیب کروں گ جس کی لذت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

اس نوع کی یہ چند باتیں ہیں جو غافلوں کو تنبیہ کرتی ہیں البتہ گناہ کے مقابلے میں صریح عذاب کا ذکر کم آیا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ صبح کا سونا رزق سے محروم کرتا ہے اور بیشک بندہ اپنے کئے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی اللہ کی نافرمانی کر لیتا ہوں تو اس کا اثر اپنے جانور اور باندی میں پاتا ہوں۔ عثمان نیشا پوریؒ جمعہ کی نماز کے لئے جارہے تھے ،راستہ میں چپل کا تسمہ ٹوٹ گیا اس کو درست کرنے کے لئے گھڑی بھر رکنا پڑا تو فرمانے لگے آج غسل جمعہ چھوڑا تھا اس لئے یہ نوبت آئی۔

(۳۳) دعا کی قبولیت میں تاخیر کیوں ہوتی ہے:

میں نے عجیب امتحانات دیکھے ہیں، مومن دعا مانگتا ہے قبول نہیں ہوتی وہ پھر دعا کرتا ہے اور ایک طویل مدت تک کرتا ہے مگر قبولیت کا کچھ اثر دکھائی نہیں دیتا۔ ایسے حالات میں جان لینا چاہئے کہ یہ بھی ایک امتحان ہی ہے جس میں صبر کی ضرورت ہے اور قبولیت کی تاخیر پر نفس میں جو وساوس پیدا ہوتے ہیں وہ مرض ہے جس کے علاج کی ضرورت ہے مجھے خود ایسے عوارض پیش آچکے ہیں، چنانچہ مجھے ایک پریشانی پیش آئی میں نے دعا مانگی اور خوب مانگی مگر قبولیت دکھائی نہ دی۔ اب ابلیس نے اپنے مکر کے میدان

میں چکر لگانے شروع کئے، کبھی کہتا ہے اس کا کرم وسیع ہے بخل نام کو نہیں تو پھر تاخیر کیوں ہے؟

میں نے کہا چل ملعون دفع ہو، مجھے نہ تقاضے کی حاجت اور نہ ہی تیری وکالت کی ضرورت اور میں نے اپنے نفس کو کہا کہ ہرگز ایسے وساوس تو اپنے پاس نہ آنے دینا، اگر قبولیت کی تاخیر میں دشمن (شیطان) کے مقابلہ میں تیرا امتحان ہو رہا ہے تو یہ حکمت بھی کافی ہے نفس نے کہا کہ پھر ایسے موقع پر مجھے تسلی کا مضمون بھی سنایئے، میں نے کہا کہ یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے اور مالک کو عطا کرنے نہ کرنے کا (ہر قسم کے تصرف) کا پورا اختیار ہے لہذا اس پر اعتراض کو کوئی گنجائش نہیں۔

طبیب کے فعل میں بظاہر کوئی کبھی حکمت نہیں ہوتی مثلاً ایسی اشیاء جو بظاہر مضر معلوم ہوتی ہیں مگر مصلحت کے لئے مقصود ہوتی ہیں ممکن ہے یہ بھی اس طرح کا معاملہ ہو کبھی تاخیر میں مصلحت اور بہتری ہوتی ہے جبکہ جلدی میں مضرت ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے بندہ ہمیشہ خیر میں رہتا ہے جب تک جلدی نہ دکھائے یعنی یہ نہ کہے کہ میں نے دعا مانگی تھی مگر قبول نہیں ہوئی اور دعا مانگنا چھوڑ دے۔

کبھی دعا کی قبولیت میں رکاوٹ تیرے اندر کی آفت کی وجہ سے ہوتی ہے چنانچہ کبھی غذا مشتبہ ہوتی ہے یا بوقت دعا دل غافل ہوتا ہے یا تیری حاجت کو روک کر اس گناہ کی سزا میں اضافہ کیا گیا ہے جس کے لئے سچے دل سے تو یہ نہیں کی گئ۔ لہذا تجھے ان اسباب پر نظر دوڑانی چاہیئے تاکہ اپنے مقصد پر تجھے یقین حاصل ہو۔

حق تعالیٰ یہ جانتے ہیں کہ کچھ لوگ مباحات اور انعامات میں اس سے غافل

ہو جاتے ہیں تو عین خوشحالی اور نعمتوں میں کچھ ایسے عوارض پیدا فرماتے ہیں جو ان کو ان کے دروازے پر لا کر کھڑا کرتے ہیں اور وہ اس سے گڑگڑا کر حاجات طلب کرتے ہیں تو یہ بھی ایک نعمت ہے، جو آفات کے لباس میں آئی ہے۔

محض بلا اور مصیبت تو وہ ہوتی ہے جو تجھے اللہ سے غافل کر دے اور جو تجھے اس کے دربار میں پہنچا دے وہ تو تیرا اجمال ہے۔

یحیٰ البکاء سے منقول ہے کہ انہیں خواب میں حق جل مجدہ کی زیارت نصیب ہوئی تو عرض کیا یا اللہ! میں کتنا تجھے پکارتا اور درخواست کرتا ہوں اور ادھر سے جواب ہی نہیں ملتا۔ ارشاد ہوا: یحیٰ مجھے تیری آواز سننا پسند ہوتا ہے۔ الغرض جب آپ ان باتوں میں غور کریں گے مثلاً کسی خلل کا دفع ہونا یا کسی عذر معذرت کی توفیق ملنا یا رب الارباب کے دروازے پر حاضری کی سعادت کا ملنا وغیرہ۔

تو جو چیزیں آپ کے حق میں زیادہ نفع بخش ہیں ان میں لگیں گے نہ کہ فوت شدہ چیزوں کے حصول میں۔

(۳۴) صاف ستھرا ہونا ایمانی تقاضہ ہے:

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو اپنے بدن تک سے غافل اور بے پرواہ ہوتے ہیں جو کھانا کھانے کے بعد خلال کا استعمال نہیں کرتے اور ایسے ہیں جو ہاتھوں سے چکنائی نہیں اتارتے اور کچھ ایسے ہیں جو کبھی مسواک نہیں کرتے اور کچھ ایسے ہیں جو سرمہ نہیں لگاتے اور بعض ایسے ہیں جو اپنی بغلوں کی صفائی کا خیال نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ۔

ان غفلتوں اور بے پرواہیوں سے دین اور دنیا دونوں کا نقصان ہوتا ہے۔ دینی

نقصان تو یوں ہے کہ مؤمن کو جمعہ کے دن غسل کرنے اور صفائی کرنے کا حکم ہے کیونکہ لوگوں کے مجمع میں جانا ہے اور مسجد میں اسے کچّا لہسن کھا کر جانے سے بھی منع کر دیا گیا ہے اور شریعت نے اعضاء کو اچھی طرح صاف کرنے اور دھونے کا حکم دیا ہے نیز ناخن تراشنے کا مسواک کرنے کا زیر ناف بال اتارنے کا اور اسی طرح اور کئی اعمال ہیں تو جب یہ ان اعمال کو چھوڑتا ہے گویا سنت والے اعمال کو چھوڑنے والا ہوا اور یہی بات کبھی عبادت کے فاسد ہونے تک پہنچ جاتی ہے۔

مثلاً ناخن بڑھنے سے ان کے نیچے میل جمع ہو جاتی ہے جو غسل اور وضو کے وقت پانی کو وہاں تک نہیں پہنچنے دیتی اور دنیوی نقصان یوں ہے کہ میں نے ان غافل اور مہمل لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنی غفلت میں اور لا پرواہی میں آگے بڑھ جاتے ہیں اور ایسی غفلت کہ اپنا دھیان تک نہیں رہتا اور نہ ہی اس ایذا اور تکلیف کا ان کو پتہ چلتا ہے جو ان سے بدبو کی صورت میں پھوٹتی اور لوگوں تک پہنچتی ہے۔

بعض دفعہ ایسے لوگ مجھ سے سرگوشی کرنا چاہتے ہیں تو میں ان سے منہ تو موڑ نہیں سکتا مگر مجھے ان کی منہ کی بدبو سے جو تکلیف ہوتی ہے الٰہی توبہ، شاید ان میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب سے شعور پکڑا ہے یوں لگتا ہے کہ دانتوں پر انگلی بھی نہیں پھیری۔ اور ایسی بدبو عورت کے نفرت کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے اور ایسے شوہر کا ذکر کبھی اچھے انداز سے نہیں کر سکتی، یہاں تک کہ اس کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ جاتی ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ فرمایا کرتے تھے میں اپنی عورت کے لئے مزین ہونا اتنا ہی پسند کرتا ہوں جتنا اس کا مزین ہونا اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ کچھ لوگ اسے تکلف

اور تصنّع کہیں گے مگر دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جیسے ہمیں پیدا فرمایا ہے زینت بھی بخشی ہے، کیونکہ آنکھ کو نظر سے لذت ملتی ہے جو شخص آنکھ اور پلکوں میں اور ابروؤں میں غور کرتا ہے اور ان کی فطری ترتیب دیکھتا ہے وہ یقین کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو زینت بھی بخشی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ پاکیزہ اور صاف ستھرے رہنے والے تھے، حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ مبارک اوپر کو اٹھاتے تو بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوتی تھی اور کبھی پنڈلی مبارک کھل جاتی تو کھجور کے گابھے کی مثل دکھائی دیتی تھی اور مسواک کو کبھی الگ نہ فرماتے آپ کو قطعاً یہ پسند نہ تھا کہ آپ کی طرف سے ایسی بو کبھی محسوس کی جاتے جو عمدہ نہ ہو۔

حکماء کا قول ہے کہ لباس صاف ستھرا ہو تو غم کم ہوتے ہیں خوشبوں کا استعمال رکھنے سے عقل بڑھتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کیا بات ہے تم لوگ دانتوں پر زردی لئے چلے آتے ہو تو مسواک کیا کرو۔ اور مسواک والی نماز کو بلا مسواک کی نماز پر فضیلت دی گئی ہے۔

صاف ستھرا رہنے والا انسان اپنے نفس کو آلائشوں سے پاک صاف بھی کرتا ہے اور تروتازہ بھی اپنی نظافت اور عمدگی کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں میں محبوب بن جاتا ہے اور ان کا قرب حاصل کر لیتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبوں پسند فرماتے تھے اور آدمی کی یہ نظافت والی حالت عورت کے دل میں انس پیدا کرتی ہے کیونکہ ان کی

طبیعت بھی مردوں کی طبیعت سے ملتی جلتی ہے جیسے عورت کی غلیظ حالت مرد کو ناپسند ہوتی ہے ایسے ہی عورت کو بھی مرد کی یہ حالت ناپسند ہوتی ہے پھر مرد تو کبھی ایسی حالت پر کبھی بھی صبر کر لیتا ہے مگر عورت نہیں کرتی۔

یہ جو مشہور ہے کہ داؤد طائی کو کہا گیا کہ بہتر ہے کہ آپ داڑھی میں کنگھی کر لیا کرے تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ مجھے فرصت نہیں ہے، یہ انہوں نے سنت پر عمل کرنے سے عذر بیان کیا ہے اور خوف آخرت کی شدت کو وجہ سے اپنے آپ سے بے خبر ہونے کی بات بتائی ہے، اگر ان پر حال کا غلبہ نہ ہوتا تو وہ کبھی سنت نہ چھوڑتے، لہذا مغلوب الحال لوگوں کو دلیل نہ بنانا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر نظر رکھنے والا آپ کو علم وعمل میں کامل بلکہ اکمل پائے گا، بس انہی کی اتباع مطلوب حقیقی ہے اور وہی تمام مخلوق پر کامل حجت ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(۳۵) اسباب میں اعتدال کا ذکر:

میں نے اہل دنیا کا مبالغہ دیکھا وہ گرمی سردی سے بچاؤ میں احتیاط کرتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں نے حکمت کے لحاظ سے معاملہ بالکل برعکس کر رکھا ہے کیونکہ مقصود لذت حاصل کرنا ہے اور جس لذت کے بعد رنج والم ملتا ہے اس میں کوئی خیر نہیں، چنانچہ یہ لوگ گرمی کے زمانے میں برف کا پانی پیتے ہیں اور یہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔

اہل طب کا قول ہے کہ یہ برف کا پانی شدید امراض پیدا کرتا ہے جن کا اثر بڑھاپے میں ظاہر ہوتا ہے نیز یہ لوگ باریک شفاف لباس پہنتے ہیں اور سردی میں موٹا اور گرم لباس بناتے ہیں جو سردی سے بچاتا ہے اور یہ بات بھی حکمت کے خلاف ہے اور

فطرت کے بھی خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گرمی بنائی ہے تا کہ اخلاط کی تحلیل ہو جائے اور سردی بنائی ہے تا کہ ان میں جمود پیدا ہو اور یہ لوگ تمام سال کو موسم ربیع (بسنت رتو) بنائے رکھتے ہیں اور اس حکمت کے خلاف ہے جس کے لئے گرمی سردی کو بنایا گیا ہے اور اجسام کو ایذا پہنچاتی ہے۔

قارئین حضرات کو یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ میں انہیں گرمی وسردی کو برداشت کرنے کا مشورہ دے رہا ہوں، میں تو صرف کہ کہتا ہوں کہ ان سے بچاؤ کے لئے مبالغہ اختیار نہ کیا جائے ، بلکہ گرمی میں اتنا رہنا چاہئے کہ بدن کی خلطیں (صفرا،سودا،خون ، بلغم) اتنی تحلیل ہو جائے جو اس کی طاقت کو متاثر نہ کریں۔اور سردی میں اتنا رہنا چاہئے کہ جو تکلیف دینے کے درجہ تک نہ ہو کیونکہ سردی گرمی دونوں میں بدن کے منافع رکھے گئے ہیں۔بعض امراء لوگ ایسے ہیں جو گرمی سردی سے اتنا بچتے ہیں کہ اپنے تک پہنچنے بھی نہیں دیتے۔ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہ اور جلد ہی مر جاتے ہیں،ایسے قصے میں نے اپنی طب کی کتاب لقط المنافع میں نقل کئے ہیں۔

(۳۶) صبر کی حقیقت:

احکام شریعت میں قضا وقدر کے فیصلہ پر صبر سے بڑھ کر کوئی مشکل حکم نہیں اور اس کے فیصلہ پر رضا سے بڑھ کر کوئی کام افضل نہیں تاہم صبر فرض ہے اور رضا فضیلت کی چیز۔

صبر کے مشکل ہونے کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ اکثر وبیشتر تقدیر کا فیصلہ نفس کے لئے خوشگوار نہیں ہوتا اور نفس کی مکروہ اور ناپسند صرف بیماری اور جسمانی نتکلیف کی

حد تک نہیں بلکہ اس کی اور بھی بہت سی شکلیں ہیں حتی کہ عقل کبھی تقدیر کے فیصلہ پر حیران ہوکر رہ جاتی ہے۔

مثلاً آپ ایک بڑے دنیادار کو دیکھتے ہیں کہ مال و دولت کے سیلاب اس کے ہاں امنڈ رہے ہیں حتی کہ اسے کچھ سمجھائی نہیں دیتا کہ وہ اسے کیا کرے چنانچہ وہ استعمال کے لئے سونے چاندی کے برتن بناتا ہے اور ریشم کا لباس پہنتا ہے لوگوں پر ظلم کرتا ہے اور دنیا اس پر موسلا دھار برس رہی ہے۔

دوسری جانب تیری نگاہ اہل دین کے طبقہ پر پڑے گی اور طالب علموں پر جو فقر و فاقہ میں ڈوبے ہوئے ظالم کے حکموں کے تحت جکڑے ہوئے ایسے موقعہ پر شیطان دل میں وسوسے ڈال کر تقدیر کی حکمتوں پر نکتہ چینی شروع کرتا ہے۔

ایسے وقت میں ایک مومن کو دنیا کی طرف سے آنے والی مضرتوں پر اور شیطان کے وساوس کے مقابلہ میں صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی حال کفار کے مسلمانوں پر غلبہ پانے کے وقت اور فساق کے اہل دین پر مسلّط ہو جانے کے وقت ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر بچوں کے مصائب میں مبتلا ہونے کا موقعہ ہوتا ہے ایسے موقعوں پر صبر کرنا اور قضا و قدر کا فیصلہ پر رضا کا ثبوت دینا یہی ایمان کے نکھرنے کا وقت ہوتا ہے۔

دونوں حالتوں پر صبر کو قوت دینے والی دو چیزیں ہیں ایک نقل اور ایک عقل، نقل قرآن وسنت ہیں، قرآن کی آیات میں کفار اور نافرمانوں پر عطا ہونے کا سبب مذکور ہے مثلاً ارشاد خداوندی ہے کہ ہم انہیں صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں تا کہ اور گناہ کرلیں، قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ہیں، دوسری وہ آیات ہیں جن میں

آفات کے ذریعہ مومن کے امتحان کا ذکر ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے کہ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ داخل ہو جاؤں گے جنت میں حالانکہ تم پر حالات نہیں گذرے ان لوگوں جیسے جو تم سے پہلے گذرے کہ ان کو سختی پہنچی اور تکلیف اور جھنجوڑے گئے۔

اور حدیث میں ہے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرانی چٹائی پر لیٹ جاتے تھے جس سے آپ کے پہلوں پر نشان پڑ جاتے تھے یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو رونا آگیا اور عرض کیا کہ قیصر و کسریٰ (روم اور فارس کے بادشاہ) تو ریشم اور دیباج استعمال کرے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو شک میں ہے؟ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ آخرت ہماری ہو اور دنیا ان کے لئے۔

اور عقل کی تائید یوں ہے کہ وہ کہتی ہے کہ میرے ہاں تقدیر کے فیصلے کا پر حکمت ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہیں، لہذا میں ایک ثابت اور یقینی بات کو اس وجہ سے کیوں چھوڑ دوں جو ظاہر میں تکلیف دہ ہے حالانکہ مطیع لوگوں کی تنگ دستی نظر آرہی ہیں، درحقیقت وہ فراخ دستی اور خوش حالی ہے، کیونکہ نافرمانیوں کی ظاہری فراخ دستی اور خوش حالی ایک طویل عذاب لانے والی ہے۔ اور فرمانبردار کی یہ تنگ دستی ایک عظیم اجر اور مسرت اور خوشی لانے والی ہے، دونوں قسم کے آدمیوں کا دور عنقریب ختم ہونے والا ہے۔

اور یہ بات پکی ہے کہ مومن بندہ ایک مزدور کی طرح ہے اور احکام شریعت کا زمانہ دن کی روشنی کی طرح۔ اور مٹی اور گارے کے مزدور کو یہ لائق نہیں کہ وہ صاف ستھرا لباس پہنے بلکہ اسے تو مزدوری کے وقت میں محنت و مشقت اٹھانی ہے پھر جب تو کام سے فارغ ہوگا تو نہا دھو کر عمدہ لباس پہنے گا۔

جوعمل کے وقت میں نزاکت دکھاتا ہے وہ اجرت کی تقسیم کے وقت ندامت اٹھاتا ہے اوراپنے کام میں سستی کرنے کی وجہ سے سزا بھی پاتا ہے بس اس قسم کی باتوں سے صبر کی طاقت مضبوط ہوجاتی ہے۔

پھر وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ارادہ اور فیصلے پر قربان ہونے کے لئے اس کی بھیجی ہوئی ہر بلا پر صبر کرنے لگتی ہے اور اسی مقام سے رضا کا وجود پھوٹتا ہے جیسا کہ کسی مصیبت میں مبتلا شخص سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا کرلوتو فرمایا مجھے سب چیزوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور محبوب ہے،اب اگر تمہاری رضا میرے جاگنے میں ہے تو اس نیند کو میرا سلام۔

(۳۷) کتاب کا علم:

موجودہ کائنات میں کوئی چیز علم سے بڑھ کر نہیں کیونکہ علم رہنما ہے، اگر رہنما نہ رہے تو گمراہی پھیلتی ہے اور شیطان کے مخفی حیلوں میں سے ایک حیلہ یہ بھی ہے کہ وہ انسان کے نفس میں عبادت کو مزین کرکے دکھاتا ہے تاکہ اس میں لگا کر اس کو علم سے جو کہ بہترین عبادت ہے محروم کردے۔

حتی کہ متقدمین کی ایک جماعت کو اس قدر دھوکہ دیا کہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کردیں یا دریا میں پھینک دیں، تاہم ان حضرات کے حق میں میرا حسن ظن یہ ہے کہ ان کتب میں اپنی رائے سے لکھی ہوئی باتیں تھیں، جس کا عام ہونا اسے پسند نہ آیا، ورنہ اس میں مفید اور صحیح علم ہوتا تو اس کا انجام برا نہ تھا، ایسے میں ان کتابوں کا پھینکنا مال کا ضیاع بھی ہے جو جائز نہیں۔

اور شیطان کا یہ حیلہ اور بناوٹ بظاہر دو وجہ سے ہے، ایک تو یہ ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اندھیرے میں چکر کاٹتے رہیں، دوسری وجہ یہ کہ علمی مشغلہ روزانہ عالم کے علم میں اضافہ کرتا ہے اور مخفی باتیں اس کے سامنے کھولتا ہے اور اس کے ایمان اور معرفت کو قوت دیتا ہے اور اس کے عیوب ونقائض دکھاتا رہتا ہے، خصاصاً جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کا علم ہو تو شیطان کہتا ہے کہ اصل تو علم سے مقصود عمل ہے خود علم مقصود نہیں وغیرہ۔

لہذا یہ جاننا چاہئے کہ علم حاصل کرنا اور اس کا اشتغال خود ایک عمل ہے اور بہترین عمل ہے لہذا شیطان کے اس دھوکہ سے بچنا چاہئے کہ علم یقینا ایک عظیم عمل اور بہت بڑا نور ہے اوبسا اوقات کتاب کی ورق گردانی نماز روزہ حج اور بہت سے نفلی اعمال سے بڑھ جاتی ہے۔

اور بہت سے علم سے روگردانی کرنے والے اپنی خواہش اور مرضی کی عبادتوں میں لگ کر عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نفل میں لگ کر بہت سے فرض ضائع کر لیتے ہیں اور ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں کہ جنہیں فرض واجب سے بھی افضل سمجھتے ہیں اگر ان کے پاس علم ہوتا تو صحیح راستہ پالیتا۔

ذرا غور کیجئے جو کچھ کہا گیا ہے اس سے ہدایت ملے، انشاء اللہ العزیز۔

(۳۸) ایمان قوت اور ضعف کے درمیان ہے:

مومن گناہ پر جرأت مند نہیں ہوتا، کبھی خواہش قوت پکڑتی ہے، شہوت کی آگ بھڑکنے لگتی ہے تو یہ اس میں گر پڑتا ہے، حالانکہ اس کا ایمان ایسا ہے کہ اس کو گناہ برا

لگتا ہے، وہ اس کے ارتکاب کا کبھی عزم وارادہ نہیں کرتا اور اگر گناہ ہوجائے تو دوبارہ کرنے کا فیصلہ نہیں کرتا۔ کبھی غصہ آجائے تو انتقام میں حد سے نہیں گذرتا، کوتاہی سے قبل ہی توبہ کی طرف جھک جاتا ہے۔

ایمان کے نفوس کو روکنے میں اپنی قوت کے لحاظ سے کئی درجے ہیں، اس کا ایمان کبھی گناہ کے ارادہ کے وقت روکتا ہے اور کبھی گناہ کرنے کا پختہ ارادہ کے وقت اور کبھی گناہ کا فعل کرنے کے بعد اور جب غفلت ہی غالب آجائے اور گناہ واقع ہوجائے تو طبیعت میں شکستگی پیدا ہوجاتی ہے اور ایمان عمل کے لئے تیار ہوجاتا ہے اور اٹھائی ہوئی لذت سے کئی گناہ زیادہ ندامت محسوس کرتا ہے۔

(۳۹) شریعت کامل ومکمل ہے:

میں نے کئی ایک کتابیں لکھی ہیں جن میں تجھے بہترین تفصیل نظر آئے گی۔ ایک ان میں ''تلبیس ابلیس'' ہے۔ مومن بندہ کو یقین کر لینا چاہئے کہ شریعت کامل ومکمل ہے اگر تجھے سمجھ نصیب ہوجائے تو تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی اتباع کرنی چاہئے اور ادھر ادھر کے راستے کو ترک کرنا چاہئے اور دین کے معاملے میں کسی اور کے پیچھے نہ لگنا چاہئے اگر تو یہ بات مان لے تو پھر کسی اور نصیحت کی تجھے ضرورت نہیں۔ اور نام نہاد صوفیا کی مجلسوں سے اور اہل بدعت کی پسندیدہ باتوں سے بہت بچ کر رہو۔

اور ایسے علماء سے بھی جو صورت علم پر قائم ہیں اور عمل نہیں کرتے اور ایسے لوگوں سے جو علم کے بغیر عبادت وریاضت کرنے والوں کے عمل سے بہت بچکر رہو۔

اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے جس کو توفیق عطا فرماتے ہیں تو اسے دین کی صحیح

سمجھ عطا فرما دیتے ہیں اور اس کو وقت کا مقتدا بنا دیتے ہیں۔ وہ کسی فضول بات کی پرواہ نہیں کرتا۔ کسی ملامت کرنے والے کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسمی طور پر بڑے بننے والوں کی اتباع سے بچا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نصیب فرمائے کہ وہی جوہر وجود اور مقصود کائنات ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَرَزَقَنَا اِتِّبَاعَهٗ مَعَ اِتِّبَاعِهٖ۔ (آمین)

(۴۰) دنیا پر اعتماد مت کرو:

زمانے کو ایک حال پر قرار نہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ زمانہ کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں، کبھی فقر ہوتا ہے، کبھی غنا، کبھی عزت، کبھی ذلت، کبھی احباب کی خوشی، کبھی دشمنوں کی شماتت۔ پس بہترین آدمی وہ ہے جو ہر حال میں ایک اصول پر پکّا رہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے تقوٰی ہے کہ وہ غنی کی حالت میں زینت دیتا ہے، فقر کی حالت میں صبر کے دروازے کھولتا ہے، عافیت کی حالت میں نعمت کو مکمل کرتا ہے اور اگر کسی آفت میں آجائے تو تحمّل سکھاتا ہے اور اسے کچھ نقصان نہیں ہوتا، زمانہ اسے نیچا کرتا ہے یا اونچا، کبھی ننگا رکھتا ہے بھوکا رکھتا ہے یا سیر کرتا ہے کیونکہ یہ تمام چیزیں بدلتی رہتی ہیں اور زوال پذیر بھی ہیں۔ اور تقوی سلامتی کی بنیاد ہے اور ایسا پہرہ دار ہے جو کبھی نہیں سوتا ،پھسلنے کے وقت ہاتھ پکڑتا ہے، شرعی احکام میں موافقت کرتا ہے۔ اس کے برعکس منکر وہ شخص ہے جس کو بغیر تقوی حاصل ہونے والی لذت نے دھوکہ میں ڈال دیا ہے، یہ لذت عنقریب جاتی رہے گی اور اسے تہی دامن چھوڑ جائے گی۔

لہذا ہر حال میں تقوی کی پابندی کرو، جو تنگی میں فراخی دے گا، مرض میں عافیت، یہ تقویٰ کا نقد انعام اور فائدہ ہے اور آخرت کا نفع تو ظاہر ہے ہی۔

(۴۱) نظر لگنا برحق ہے:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے ڈھانپ رکھا ہے، مناسب ہے کہ ان میں سے ایسی نعمتوں کا اظہار کر دیا کرے جن کے آثار نمایا ہوتے ہیں، سب کی سب نہ دکھاتا پھیرے۔ نعمتوں کا شمار دنیا کی عظیم لذتوں میں ہوتا ہے، مگر احتیاط کا تقاضہ یہی ہے اسے ترک کر دے کیونکہ نظر لگنا برحق ہے۔ میں نے بعض نعمتوں کو دیکھا کہ ان کا اظہار نفس کو بہت لذیذ محسوس ہوتا ہے مگر اس کا اظہار تو کسی دوست کے پاس کرے گا تو اس امکان سے انکار نہیں کہ اس کا باطن غیظ وغصہ سے پھٹ جائے اور اگر کسی دشمن کے سامنے کرے گا تو اس کا حسد کی وجہ سے نظر لگانا بالکل ظاہر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ دوسرے نعمتیں دیکھ کر حاسدوں کا شر ایک لازمی چیز ہے کہ وہ کسی دوسرے کی آفت ومصیبت دیکھ کر خوشی مناتے ہیں اور اگر نعمت دیکھتے ہیں تو نظر لگاتے ہیں۔

اپنی حالات کو چھپائے رکھنا محتاط آدمی کا کام ہے، کسی شاعر نے کہا ہے:

اپنی زبان کی حفاظت کرلو اور حتی الامکان تین چیزیں ظاہر نہ کرو، اپنی عمر، مال اور مذہب۔ ان نادانوں میں سے مت بنو جو اپنے راز کو سنبھال نہیں سکتے اور ایسی جگہ بھی کہہ دیتے ہیں جہاں کہنا مناسب نہیں ہوتا اور بہت سے کلمے ہیں جنہیں بول بیٹھتے ہیں اور انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔

(۴۲) گناہ کی نحوست:

گناہوں سے لذت وہی محسوس کرتا ہے جو غفلت کے نشے ہیں ہے، رہا مومن تو اسے گناہوں میں لذت آ ہی نہیں سکتی، کیونکہ عین لذت کے وقت گناہ کے حرام ہونے کا

علم اور عذاب کا خوف اس کے سامنے ہوتا ہے پھر اگر اس کی معرفت میں کچھ جان ہے تو وہ اپنے علم کی آنکھ سے دیکھ لے گا کہ روکنے والا بھی قریب ہی موجود ہے، پس لذت میں اس کی عیش کرکری ہو جاتی ہے۔

اور اگر خواہش کا نشہ غالب ہے تو مراقبات سے دل بدمزہ ہونے لگتا ہے چاہے طبیعت اپنی شہوت میں مست رہے اور یہ کیفیت چند لمحات کی ہوتی ہے پھر اس کے بعد ہمیشہ کی ندامت اور مسلسل رونا دھونا اپنے کئے پر مدتوں تک افسوس کرنا مسلط ہو جاتا ہے حتی کہ اگر معافی کا یقین بھی ہو جائے تو عتاب کا خوف پھر بھی سامنے رہتا ہے۔ پس افسوس ان گناہوں پر ہے جن کی قباحت ظاہر ہے اور اس کے نتائج بھی بدترین ہے، اور کسی شہوت اور خواہش کا حصول بھی اسی قدر برقرار رہتا ہے جس قدر غفلت کا غلبہ ہوتا ہے، اور یہ سب غفلت کا نشہ غالب ہونے کی علامت ہے۔

(۴۳) الٹے گرے ہوئے قلوب:

ہر سمجھدار عاقل کو معاصی کے انجام سے ڈرنا چاہئے، کیونکہ بندوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی قرابت اور رشتہ داری نہیں ہے وہ انصاف کو قائم رکھنے والا اور عدل وانصاف سے فیصلے کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بہت وسیع ہے وہ چاہے تو بڑے بڑے جرم کو معاف کر دے اور پکڑنے پر آئے تو معمولی غلطی پر گرفت کر لے، بس ہر وقت احتیاط لازم ہے۔

میں نے بہت سے عیش وعشرت کے مزے اڑانے والے جو شب وروز ہر قسم کے معاصی اور مظالم میں مست رہتے تھے وہ اس کی وجہ سے گرفت میں آئے جس کا

انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا وہ نیست ونابود کردئے گئے، ان کی مضبوط بنیادوں پر قائم عمارتیں پیوست زمین کردی گئی جوانھوں نے اپنی نسلوں تک کے لئے تیار کی تھیں۔

اور یہ سب اس لئے ہوا کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف نظر کیا اوران خیالوں میں گم رہے کہ ان نام ونمود اور شان وشوکت ان کے شر اور مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہونگی، پس ان کے وہم وگمان کی کشتی ذرا ٹیڑھی ہوئی اوران کے مکرو فریب کا پانی اس میں گھسا اور سب کو غرق کرگیا۔

اور میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھے جو بظاہر علم سے تعلق اور نسبت رکھتے تھے مگر اپنی خلوتوں میں خدا تعالیٰ سے غافل رہتے تھے جس سے ان کی مجالس ذکر بھی اکارت ہوگئی اور وہ موجود ہوتے ہوئے کالعدم ہوگئے کہ ان کی زیارت میں کوئی مزہ اوران کی ملاقات میں کوئی کشش نہ رہی۔

بس حق جل مجدہ کے مراقبہ میں بھی بہت محتاط اور ہوشیار رہنا چاہئے کہ اس کے میزان عدل میں ایک ذرہ برابر بھول نہیں اوراس کی جزا خطا کار کے لئے تیار ہے گو کچھ عرصہ کے بعد ملے اوراس تاخیر کو کبھی عفوودرگذر سمجھ لیا جاتا ہے حالانکہ یہ ڈھیل اورمہلت ہے، چھٹی نہیں ہے۔ اور گناہوں کے انجام بہت برے ہوتے ہیں، لہذا اپنی تنہائیوں میں بھی خدا تعالیٰ سے بہت ڈرنا چاہئے۔

اپنے دل اور باطن پر ہر وقت نگاہ کر اور اپنی نیت کو بہت ہی درست کرو کہ ہر وقت تم اللہ تعالیٰ کی چشم بینا کہ سامنے ہو، اسکے حلم وکرم کو دیکھ کر کبھی دھوکہ میں مبتلا نہ ہونا کہ وہ بہت سوں کو ڈھیل دیتے ہیں۔

اپنی خطاؤں کو یاد کر کے ان کو مٹا نیکی محنت میں لگے رہو۔ اور گناہوں سے بچنے کے ساتھ ساتھ اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری سے بڑھ کر کوئی چیز نفع بخش نہیں ہے ان باتوں میں غور کرنے والے مخلصین نفع پاتے ہیں۔

ایک اللہ والے کا بیان ہے کہ مجھے ایک لذت کو اور ایک خواہش کو پورا کرنے کی قدرت ملی جو گناہ کبیرہ نہ تھا۔ میرے نفس نے دیکھ کر کہا کہ صغیرہ ہی تو ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم بہت عظیم ہے اور مجھ سے بحث شروع کر دی، میں نے اپنے نفس کو کہا اگر تو اس خواہش پر غالب آ گیا پھر تو تو ہے۔ (یعنی باہمت شمار ہوگا) اور میں نے ایسے لوگوں کا ذکر سنایا جنہوں نے ایسی باتوں میں ڈھیلا پن دکھایا تو وہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں گر گئے اور ان کا ذکر تک ختم ہو گیا، تب جا کر نفس میں رکاوٹ پیدا ہوئی اور اپنے ارادہ سے رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والے ہیں۔

(۴۴) بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے جلتی ہے:

اکثر لوگ بعض باتوں کو ہلکا سمجھتے ہیں اور ان میں نرمی اختیار کرتے ہیں جیسے طالب علم کسی سے کاپی کا کوئی جزء یا ورق دوسرے سے لیتے ہیں اور واپس نہیں کرتے۔ ایک شخص کسی سے ملنے کے لئے کھانے کے وقت جاتا ہے تاکہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے یا ایسی تقریب میں کھانا کھانا کہ اس کو دعوت نہیں ہوتی اس قسم کے جرائم کو معمولی سمجھتا ہے نیز کسی نامحرم پر نظر بازی کرنا اور اس کو ہلکا خیال کرنا وغیرہ، ایسی حرکت کرنے والے لوگ دوسروں کی نظر میں اپنی امتیازی شان اور مرتبہ گما دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بلند مقام سے گر جاتا ہے۔

کبھی کبھی زبان حال اسے پکار کر کہتی ہے کہ اے شخص تو نے جو ایک معمولی اور ہلکی سی خیانت کر لی ہے تو اپنے رب دیّان کو راضی کرنے کیا توقع رکھتا ہے؟

لہذا اللہ سے ڈرو اور ہر وقت دھیان رکھو اور نتائج پر نگاہ رکھو اور حقیر حرکتیں کرنے سے روکنے والے رب کی عظمت کو پہچانو اور اس پھونک سے بھی بچو جو حقیر شمار ہوتی ہے اور اس چنگاری سے بھی جو چھوٹی سمجھی جاتی ہے۔ بسا اوقات وہ پورے شہر کو جلا ڈالتی ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

(۴۵) وقت کی اہمیت:

عام طور پر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ عجیب طرح سے وقت گذارتے ہیں، اگر رات طویل ہے تو بے فائدہ گپ شپ میں یا تبصرہ کرنے میں یا (موجودہ دور میں موبائل کی مشغولی) جیسے خرافات میں گذار دیتے ہیں اور دن میں سونے میں اور بازاروں کی سیر کرنے میں گذارتے ہیں۔

ایسے غافل لوگ جو کچھ سامنے آیا اس میں مشغول ہو جاتے ہیں ان کو شیطان نے لوٹ لیا اور مفلس و کنگال رہ گئے، لہذا عمر کے موسموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور عمر ختم ہونے سے پہلے جلدی جلدی کچھ کر لو، علم و حکمت سے رہنمائی لے کر زمانے میں سبقت کی کوشش کرو۔ اور اپنے نفس کی ساتھ خوب مباحثہ رکھو اور آخرت کے لئے توشہ تیار کرو، بس یوں سمجھو کہ اونٹ چلانے والے نے حُدی (شتر بانوں کا نغمہ) پڑھ دی ہے مگر دوستوں میں مشغول آدمی اس کی آواز نہیں سمجھ پاتا۔

(۴۶) اللہ تعالیٰ مہلت دیتے ہیں کھلی چھٹی نہیں:

اللہ تعالیٰ کتنے باغیوں کو مہلت دیتے ہیں حتی کہ یوں لگتا ہے گویا چھٹی دے دی، چنانچہ کتنے باغی اور نافرمان کھلے ہاتھوں پھر رہے ہیں، جنہیں بظاہر کوئی روکنے والا نہیں پھر جب ان کی آزادی حد سے بڑھ جاتی ہے تو وہ یوں پکڑتا جیسے ایک قوۃ والا پکڑتا ہے اور یہ ڈھیل صابروں کے صبر کا امتحان تھا تا کہ ظالم اپنی مہلت کے پورے لمحات وصول کرے اور ظالم کو فعل قبیح پر سزا دیتا ہے اور کبھی ظالم کو پتھر لگتا ہے۔ جو اس کے دماغ کا بھیجا نکال دیتا ہے اور کبھی لوگوں کو اس کی سزا کا سبب معلوم نہیں ہوتا کہ فلاں تو اہل خیر میں تھا اس کے ساتھ یہ کیا ہو گیا تو تقدیر کہتی ہے کہ مخفی گناہوں پر کبھی سزا دی جاتی ہے تو اس کا گناہ پھر ظاہر ہو جاتا ہے۔

پس پاک ہے وہ ذات جو مہلت دیتی ہے تو اس کی درگذر کی طمع ہونے لگتی ہے اور پکڑتے ہیں تو عقلیں اس کی گرفت پر حیران ہو جاتی ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

(۴۷) موت کا ذکر:

ایک مرنے والے کا اپنی موت کے وقت ہوشیار ہونا بھی بڑا عجیب ہے وہ اتنا بیدار ہو جاتا ہے جو بیان نہیں کر سکتا۔ مرنے والا اتنا بے قرار ہوتا ہے جس کی کوئی حد نہیں اور وہ اپنے گذشتہ زمانے پر کف افسوس ملتا ہے مرنے والے کی پوری خواہش ہوتی ہے کہ اسے فرصت مل جائے تا کہ وہ کوتاہیوں کی تلافی کر سکے اور سچی توبہ کر لے یعنی وہ اپنے افسوس میں موت سے پہلے ہی مرنے لگتا ہے۔

اس کیفیت کا احساس اس کو عافیت میں ہو جاتا تو تقوی اور عمل کے ذریعہ اپنے مقصود کو بدرجہ کمال پالیتا، بس عاقل وہ شخص ہے جو اس گھڑی کو سامنے رکھے اور اس سے نجات پانے کے لئے عمل کرے جیسا کہ حبیب عجمی کے بارے میں ہے کہ وہ ہر صبح اپنی بیوی سے کہتے کہ آج جب میں مرجاؤں تو فلاں مجھے غسل دے گا اور فلاں میرا جنازہ پڑھائے گا، معروف کرخیؒ نے ایک آدمی سے کہا کہ ہمیں ظہر کی نماز پڑھادو۔ اس نے کہا کہ ظہر تو پڑھادوں گا مگر عصر نہیں پڑھاؤں گا یہ سنکر معروف کرخیؒ نے کہا اچھا تو عصر تک جینے کی امید رکھتا ہے، ایسی لمبی امید سے خدا کی پناہ۔ ایک آدمی نے معروف کرخیؒ کے سامنے کسی کی غیبت کی تو اسے کہنے لگے وہ وقت یاد کر جب تیری آنکھوں پر روئی رکھیں گے۔ (یعنی دفن سے پہلے)

(۴۸) ظلم کی انتہاء:

بڑے بڑے عہدے دار اور اہل منصب کے متعلق سننے میں، آتا ہے کہ شراب پیتے ہیں، فسق و فجور میں ملوث ہیں، ایسی ایسی کارگذاریاں کرتے ہیں جو شرعاً موجب سزا ہوتی ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ایسے لوگوں پر ان کے جرائم کی سزا کب ہوگی؟ کیونکہ یہ لوگ اپنے مقام ومرتبہ کی لحاظ سے قابل احترام ہوتے ہیں تو میں سوچتا ہوں کہ ان پر سزا کب نافذ ہوگی، لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ لوگ پکڑ لئے گئے، گرفتار ہوئے اور عجیب وغریب حالات میں مبتلا ہوئے۔

ظلم کے بدلے میں ان کا مال جاتا رہا، طویل قید و بند کے بعد کئی گنا بڑھ کر ان کی سزاؤں سے معاملہ چکایا گیا ان میں سے کئی ایک کو سختیوں اور ذلتوں کے بعد بالآخر

ان کوقتل بھی کر دیا گیاتو مجھے یقین آیا کہ امہال تو اہمال نہیں یعنی ڈھیل تو ہے کھلی چھٹی نہیں کہ باز پرس ہی نہ ہو۔ لہذا ظلم وستم کرنے سے بہت ہی بچکر رہو، خوب محتاط ہو کہ سزا ہر وقت تاک میں ہے۔

(۴۹) صبر کی فضیلت:

آفات ومصائب کی انتہاء کا وقت اللہ کے یہاں مقرر ہے لہذا ایک مبتلائے مصیبت شخص کواس وقت مقرر تک صبر کرنا چاہئے۔ اس وقت سے پہلے قلق واضطراب کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ لہذا وقت متعین تک صبر کرنا ضروری ہے اور مصیبت کے جلد ٹل جانے کی خواہش کرنا مفید نہیں ہوسکتا، لہذا صبر کرنا واجب ہے، ہاں! دعاء کرنا جائز ہے اور وہ مفید بھی ہے مگر دعا مانگنے والے کوبھی جلد بازی ٹھیک نہیں بلکہ صبر اور دعا پر لگا رہے اور فیصلہ حکیم ذات کے حوالے کرے اور ان اسباب اور گناہوں کو ختم کرنے کی کوشش کرے جو اس مصیبت کا باعث بنے ہیں۔

کیونکہ مصیبت اکثر وبیشتر بطور سزا کے ہی ہوتی ہیں اور جلد بازی تدبیر کرنے والی ذات کا مقابلہ کرنا ہے، ہاں کثرت دعا کے ذریعہ الحاح واصرار بہترین سہارا ہے۔ اعتراض کرنا حرام ہے، جلد بازی تدبیر کی مزاحمت ہے، ان چیزوں کوخوب سمجھ لو کہ یہ مصائب میں آسانی پیدا کرتی ہے۔

کائنات میں صبر سے زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں، خصوصاً جبکہ مدت طویل ہوجائے اور حصول مطلب میں مایوسی ہونے لگے تو اس کے دل میں قبول نہ ہونے یا اس میں دیر ہوجانے کا دھیان نہ آنا چاہئے۔ بندہ کا کام تو دعا مانگنا ہے وہ مالک ہے، حکیم

ہے، اگر قبول نہیں کرتا تو وہ اپنی ملک میں جو چاہے کرتا ہے اگر قبولیت میں دیر کرتا ہے تو اپنی حکمت کی بناء پر کرتا ہے اس کے اسرار میں اس پر اعتراض کرنے والا اپنی صفت عبدیت سے خارج ہے۔ اور جب بندہ اللہ کے حکم اور حکمت کو تسلیم کر لیتا ہے اور یہ یقین ہوتا ہے کہ سب کچھ اسی کا ہے تو دل کو سکون ہو جاتا ہے چاہے حاجت پوری ہو یا نہ ہو۔

ایک حدیث میں ہے کہ مسلمان اللہ سے دعا مانگے وہ قبول ہوتی ہے کبھی فوری طور پر یا دیر کے بعد یا پھر ذخیرۂ آخرت بن جاتی ہے اور جب آخرت میں دیکھے گا کہ جو دعا دنیا میں قبول ہوگی وہ تو ختم اور جو دنیا میں پوری نہ ہوئی، اس کا ثواب موجود ہے تو کہے گا کہ کاش کہ میری کوئی دعاء دنیا میں قبول نہ ہوتی۔

ان باتوں کو سمجھ کر اپنے دل میں بیٹھاؤ کہ شک کا کوئی کھٹکا پیدا نہ ہو اور جلد بازی نہ کرے۔

(۵۰) صدق طلب:

کتنے اللہ کے بندے ہیں جو اپنی خلوتوں میں اس ذات کا احترام کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اپنی مرغوب ومحبوب چیز کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس پر ثواب کی امید باندھتے ہیں ان کے اس عمل کی بدولت اس کے نیک عمل کی خوشبوں مہک اٹھتی ہے اور لوگ اس کو سونگھتے ہیں لوگوں کی نگاہیں اس کی تعظیم کرتی ہیں ان کی زبانیں ان کی تعریفیں کرتی ہیں اور یہ اعزاز اس کے مرنے کے بعد تک اس کے مجاہدہ کے بقدر باقی رہتے ہیں۔

اس کے برعکس جو مخلوق سے ڈرتا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں اس کا

احترام نہیں کرتا تو یہ شخص اپنے گناہوں اور جرأت کے بقدر اس کی بد بوں پھیلتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عداوت قائم ہوتی ہے، اگر اس کے گناہوں کی تعداد کم ہے تو لوگوں کی زبان پر اس کی تعریف اور ذکر خیر کم ہوگا، محض تعظیم رہے گی اور اگر گناہ زیادہ ہو گئے تو لوگ اس کی تعریف یا مذمت نہیں کریں گے بلکہ چپ رہیں گے۔

میرے بھائیو! ذرا ان معاصی پر نظر کرو جو آدمی کو پھسلاتے ہیں اور کیا کیا آثار چھوڑ جاتے ہیں، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بندہ تنہائی میں معصیت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا بغض غیر شعوری طور پر لوگوں کے قلوب میں ڈال دیتا ہے۔
بس جو میں نے لکھ دیا ہے اس میں غور کرو اور خلوتوں اور پوشیدگیوں کو یونہی مت سمجھ کہ اعمال نیتوں سے بنتے ہیں اور جزا بقدر اخلاص ملتی ہے۔

(۵۱) احتیاط:

سب سے بڑی غلطی لوگوں پر اعتماد کرنا ہے اور اپنے دوستوں کے معاملہ میں بے احتیاطی کرنا ہے، سب سے بڑھکر ایذا دینے والا دوست ہوتا ہے کیونکہ اگر دشمن بن جائے تو وہ تمام اسرار سے واقف ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے:

(ترجمہ) اپنے دشمن سے ایک مرتبہ بچو اور اپنے دوست سے ہزار مرتبہ، کیونکہ بسا اوقات دوست سے بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ مضرتوں کے راستے سے خوف واقف ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نعمت کی وجہ سے حسد انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے، لوگوں کے ساتھ اب صرف مُدارات (آؤ بھگت) ہی رہ گئی ہے اور ضرورت کے موقع پر کسی کو دوست بنا لے مگر کسی سچے اور مخلص دوست کی طمع نہ رکھے، شاذ و نادر مل جائے تو فبہا۔

ضرورت کے وقت اس کی ملاقات کو بھی احتیاط کی ذرہ پہن کر جا اور اس کو کسی ایسی بات پر مطلع ہرگز نہ کر، جس کا اس سے چھپانا ممکن ہو اور یوں ہوشیار رہ جیسا کہ بھیڑیئے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ؎

وہ اپنی ایک آنکھ کے ساتھ سوتا ہے اور دوسری کے ذریعہ دشمنوں سے بچتا ہے،
پس وہ بیدار بھی ہے اور سونے والا بھی۔

(۵۲) دشمنی کرنے میں احتیاط کرنا:

زمانے کے تجربات سے یہ بات حاصل ہوئی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کسی کے ساتھ بھی عداوت دشمنی کا اظہار نہ کرنا چاہیئے، کیونکہ کبھی اس کی طرف تجھے حاجت پڑ سکتی ہے خواہ وہ کسی درجہ کا آدمی ہو، معمولی قسم کے آدمی کی ضرورت کا کبھی خیال نہیں آتا مگر اس کی حاجت پیش آتی ہے۔

مجھے اپنی زندگی میں ایسے لوگوں کی ناز برداری کرنی پڑی جن کے بارے میں کبھی یہ خیال بھی نہ گذرا کہ مجھے ان کی ضرورت پیش آئے گی۔ اور یہ بھی یاد رہنا چاہیئے کہ دشمنی کا اظہار کرنا کبھی ایسی تکلیف پہنچاتا ہے۔ جس کا خیال تک نہیں ہوتا۔ لہذا چاہیئے کہ کسی کے ساتھ بھی عداوت کا اظہار نہ کرے کیونکہ مخلوق کو ایک دوسرے کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۵۳) آخرت کی تیاری:

جو شخص یہ نہیں جانتا کہ موت اسے کب آ دبائے گی اسے لازم ہے کہ ہر دم اس

کے لئے تیار رہے، صحت اور جوانی پر کبھی دھوکہ نہ کھائے، کیونکہ مرنے والوں میں سب سے کم تعداد بوڑھوں کی ہے اور زیادہ تعداد جوانوں کی ہے، اسی لئے بڑے بوڑھے کم دکھائی دیتے ہیں، ایک شاعر کا شعر ہے: ایک شخص کی طویل عمر پوری قوم کو دھوکہ میں ڈال دیتی ہے اور جوانی میں مرنے والوں کا دھیان نہیں رہتا۔ اور لمبی لمبی امیدیں بھی اسی دھوکہ کا ثمرہ ہے۔

گناہوں میں سبقت اور توبہ میں تاخیر اسی لمبی امید اور خواہشات کی جلد بازی کی وجہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کا فقدان بھی اسی وجہ سے ہے۔

اگر تو اپنی امیدوں میں کمی نہیں کرسکتا تو کم امید والوں کا سا عمل ہی اختیار کرلے اور شام ہونے سے پہلے دیکھ لے کہ کن مصروفیتوں میں دن گذرا، اگر کوئی کوتاہی یا خطا محسوس ہو تو اسے توبہ کرکے صاف کرلے اگر کوئی غلطی کرلی ہے تو استغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلے۔

اسی طرح جب صبح کرلے تو نظر دوڑا کہ رات کیسے بسر کی۔ اس میں تاخیر مت کر اور یہ مت کہہ کہ توبہ یا استغفار پھر کرلوں گا، کیونکہ یہ ابلیس کا بہت بڑا دھوکہ ہے، محنت اور ہمت دکھانے والوں کے ثواب کا دھیان کر جب کہ تو سست ہے اپنے نفس کو کسی کی نصیحت سے محروم نہ رکھ جیسے توسن پاتا ہے، کیونکہ نفس سرکش گھوڑے کے مانند ہے جونہی تو اس کی لگام ڈھیلی کرے گا وہ تجھے گرادے گا، تیری خواہشات نے تجھے گندہ کردیا ہے۔ اور تیری قیمتی زندگی برباد کردی۔ لہذا بچاؤ کی فکر میں جلدی کر، بہت سے چالاک اور ہوشیار جانوروں کے پُر خواہشات کی جال میں پھنس کر بے بس ہوگئے اور

کتنے مدہوش شرابی آدمی ہلاکت کے کنویں میں گر پڑے۔

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

(۵۴) عافیت کا سوال:

سعادت مند ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی دکھاتا ہے اور عافیت کا سوال کرتا ہے کیونکہ عافیت یونہی نہیں مل جاتی بلکہ مصیبت وآزمائش ضرور آتی ہے اور عاقل انسان عافیت مانگتا رہتا ہے، حتی کہ وہ اس کے اکثر احوال پر غالب آجاتی ہے اور تھوڑی مصیبت پر صبر کرلیتا ہے، حاصل یہ کہ انسان کو معلوم ہونا چاہئے کہ محبوب ومرغوب خالص ملنے کی کوئی صورت نہیں، ہر گھونٹ میں گلا پکڑنے والی چیز اور لقمہ میں ہڈی موجود ہوتی ہے۔

پس عاقل وہ شخص ہے جو نفس کو اجر کے وعدے اور آسانی کی امید پر صبر کے لئے تیار کرتا ہے تاکہ مصیبت کا زمانہ کسی شکوہ کے بغیر گذر جائے اور پھر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا رہے اور عافیت کا سوال کرتا رہے۔

(۵۵) لمحات عمر کو غنیمت جانو:

فضول لوگوں کی صحبت سے اللہ کی پناہ! میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا جو عام عادات کے موافق میرے ساتھ بھی کثرت سے ملاقات کا معاملہ کرتے ہیں اور وہ اس آمدورفت کا نام خدمت کا نام دیتے ہیں، مجلس میں بے مقصد باتیں کرتے رہتے ہیں، جن میں غیبت بھی ہوتی ہے اور یہ کام ہمارے زمانے میں بہت لوگ کرتے ہیں۔

اور بعض مرتبہ صاحب مجلس بزرگ خود اس کا تقاضہ کرتا ہے اور شوق ظاہر کرتا

ہے، اسے تنہائی سے وحشت محسوس ہوتی ہے خصوصاً خوشی اور مسرت کے مواقع اور عید کے دنوں میں تو دیکھے گا کہ لوگ چل کر ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں پھر مبارکبادی اور سلام پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس اس کے ساتھ وقت ضائع کرنے کے وہ کام بھی کرتے ہیں جن کا زکر میں نے کیا۔

جب میں نے دیکھا کہ وقت بہت اعلی اور اہم چیز ہے جیسے کار خیر میں صرف کرنا واجب ہے تو مجھے یہ باتیں ناپسند آئی۔ تو میں تر دد میں پڑ گیا کہ اگر ان پر نکیر کرتا ہوں تو وحشت محسوس ہوتی ہے کہ الفت کا تعلق ختم ہو جائے گا اور اگر چپ رہتا ہوں تو وقت ضائع ہوتا ہے، بس میں مقدور بھر ملاقات سے بچنے لگا، اور اگر کبھی مغلوب ہو جاتا تو کلام مختصر کرتا تا کہ مجلس برخاست ہو جائے۔

پھر میں نے اوقات ملاقات کے لئے کچھ کام مقرر کر لئے تا کہ وقت ضائع نہ ہو اور وہ کام یہ تھے کہ کاغذ کاٹنا، قلم تراشنا، دفتر اور کاپیوں کو درست کرنا، یہ کام ضروری ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی توجہ اور دھیان کا تقاضہ نہیں کرتے، چنانچہ میں نے اوقات ملاقات میں یہ کام شروع کر دیئے تا کہ میرا وقت ضائع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اوقات عمر کی قیمت پہچاننے کی اور انہیں غنیمت جاننے کی توفیق بخشے۔

میں نے بہت سے لوگ دیکھے ہیں جو حیات کا معنی ہی نہیں جانتے، بعض وہ ہے جن کو اللہ نے کثرت مال کے ذریعہ کسب سے فارغ کر دیا ہے اور وہ دین کا اکثر حصہ بازار میں بیٹھ کر لوگوں کو دیکھنے میں گذار دیتے ہیں اور کتنی آفتیں اور قباحتیں ہیں جوان کے پاس ہو کر گذرتی ہے، بعض شطرنج کھیل کر وقت گذار دیتے ہیں۔

مجھے یقین ہوا کہ شرافت عمر کی اطلاع اور اوقات عافیت کی قیمت کا علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے اور وہی اسے غنیمت جاننے کا القاء فرماتے ہیں:

﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾

اس بات کا القاء کسی بڑے صاحب نصیب کو ہی ہوتا ہے۔

(۵۶) کامیابی کی بات:

تصنیف کے لئے وسط عمر کو غنیمت جاننا چاہئے کیونکہ ابتدائی زمانہ طالب علم کا ہے اور اس کا آخری حصہ اس کے ضعف کا ہے اور عمر کی تقدیر اور اندازہ میں کبھی عقل وفہم خیانت کر جاتی ہے، بس طلب علم اور حفظ وغیرہ کے مشاغل کے لئے چالیس برس تک عمر ہے اس کے بعد آخرت کا ذکر اور کوچ کی تیاری اپنے اوپر غالب کر لے۔ ہاں کوئی قابل قدر تعلیم یا ضرورت کی تصنیف کر سکتا ہے تو یہ آخرت کا بہترین سامان ہے۔

اور چاہئے کہ زیادہ فکر اپنی ذات کی صفائی کی اصلاح اخلاق کی اور سابقہ غلطیوں کے تدارک کی رکھے، اس دوران کچھ فرصت ملے تو نیت کسی کار خیر کی رکھے کہ مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدار عمر کو پہنچ جائے اسے اپنا کفن تیار رکھنا چاہئے اور علماء کی ایک جماعت نے ستّر برس کی عمر پائی ہے اور امام احمد بن حنبلؒ بھی ان میں سے ہیں جو عمر کی اس مقدار تک پہنچ جائے اسے جان لینا چاہئے کہ وہ قبر کے کنارے کھڑا ہے، کیونکہ اس کے بعد ہر آنے والا نیا دن فائدہ زائدہ

ہے اور اگر عمر اسّی سال کی ہو جائے تو ساری فکر اپنے اخلاق و عادات کی اصلاح میں لگائے اور زادِ سفر کی تیاری میں اور استغفار کو اپنا رفیق بنائے رکھے، ذکر اللہ کو محبوب اور محاسبہ نفس میں لگا رہے۔ اور دنیا سے کوچ سے قبل اپنے آثار کو باقی رکھنے کی خوب کوشش کرے مثلاً علم کی اشاعت کتب کا انفاق اور کچھ مال کی تقسیم وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ شانہ ہم کو اپنی تولیت میں رکھے، ہم سے اعراض نہ فرمائے، وہ قریب ہے قبول کرنے والے ہیں۔

(۵۷) علمی ہیبت کا تحفظ:

میرے نزدیک کسی عالم کے لئے عزت وشرافت، لذت وراحت اور سلامتی کا تنہائی اور خلوت سے بہتر اور کوئی سبب نہیں ہے کہ اسی کی بدولت اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں اور مخلوق کی نگاہ میں بدن کی سلامتی حاصل ہوتی ہے اور وجاہت ودین کی بھی۔ کیونکہ جو شخص لوگوں سے بکثرت میل جول رکھتا ہے وہ ان کی نگاہ میں معزز نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسے شخص کی ان کے ہاں تعظیم ہوتی ہے۔

خلفاء وقت کی قدر ومنزلت اسی لئے ہے کہ وہ حجاب میں رہتے ہیں اور عوام جب کسی عالم کو دیکھتے ہیں کہ وہ کسی مباح چیز کا استعمال کرتا ہے تو وہ ان کی نگاہ سے گر جاتا ہے لہذا اس پر واجب ہے کہ اپنے علم کا تحفظ کرے اور لوگوں کی نظر میں اپنا مقام برقرار رکھے۔

بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ہم باہمی ہنسی مذاق کرلیا کرتے تھے مگر جب لوگ ہم کو مقتدا سمجھنے لگے تو میرے خیال میں اس کی گنجائش نہ رہی۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ علم سیکھو اور اس کو محفوظ رکھو۔ فضول گوئی کے ساتھ اس کو مخلوط نہ ہونے دو، ورنہ قلوب اس سے متنفر ہو جائیں گے۔

اگر ایک عالم ننگے سرلوگوں کے مجمع میں آتا ہے یا ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا لئے پھرتا ہے تو یہ عمل گو مباح ہی سہی مگر لوگوں کی نظر میں اس کی قدر کم ہو جائے گی اور یہ اس طبیب کے مانند ہوگا جو دوسروں کو پرہیز بتاتا ہے اور خود بد پرہیز ہے لہذا عالم کو لوگوں کے سامنے بے تکلف نہ ہونا چاہئے اور کوئی مباح کام کرنا ہو تو پردہ میں کرے۔

ظاہری شکل وصورت بھی قابل ترک نہیں چنانچہ ایک انسان اپنے کپڑے اتار لیتا ہے (یعنی زائد کپڑے) اور لوگوں میں آتا ہے تو دو کپڑے پہنتا ہے پگڑی باندھنا اور چادر اوڑھتا ہے یہ بات تکلف اور تصنع میں شمار ہوتی ہے نہ کہ تکبّر میں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ درس حدیث کے لئے بیٹھتے تو غسل کرتے اور خوشبو لگاتے تھے۔ ''حالت خلوت'' عالم اور علم کی بہت بڑے محافظ ہے تیرے مکان میں ایک جگہ تیری خلوت کے لئے ہونی چاہئے، جس میں تو اپنی کتابوں سے گفتگو کر سکے اور اپنے افکار کی دوڑ میں شریک ہو سکے۔

اور اتنا کچھ کمائی کی فکر کرلو جس کے ذریعہ طمع سے بچ سکو۔ بس ایک عالم کے لئے دنیا کی ایک تنہائی لذات ہے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے کہا: کیا بات ہے آپ ہمارے پاس نہیں بیٹھتے تو فرمایا کہ صحابہؓ اور تابعین کی مجلس میں جا کر بیٹھتا ہوں، یعنی اشارہ یہ تھا کہ وہ اپنی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

اور اگر ایسی سمجھ نصیب ہو جائے جس سے تعلق مع اللہ کی ترقی اور اس کے ساتھ مناجات کا سلسلہ قائم ہو جائے تو پھر موت سے پہلے ہی گویا جنت کا مزہ مل گیا۔

طریقہ حق کے مسافر گنے چنے لوگ ہی ہوتے ہیں، ہم اللہ سے ان اعمال صالحہ کی توفیق مانگتے ہیں۔

(۵۸) عمر کے مراحل:

ہمت اور بلندی کی شان کے لحاظ سے میں نے لوگوں کے احوال پر نظر ڈالی اور اکثر و بیشتر لوگوں کو خسارہ میں دیکھا کچھ تو وہ لوگ ہیں جو شباب کے آتے ہی گناہوں میں گھس گئے اور بعض نے طلب علم میں کوتاہی دکھائی۔ اور بعض وہ ہیں جنہوں نے لذتوں سے خوب استفادہ کیا اور یہ سب بوڑھاپے میں جا کر نادم ہونے لگے جبکہ گناہوں کی تلافی بھی بظاہر مشکل ہوگئی یا قوی ضعیف پڑ گئے اور بوڑھاپے کا یہ زمانہ حسرتوں میں ہی گذرنے لگا اور بوڑھا ہو کر گذشتہ گناہوں سے افاقہ ہوا تو کہتا ہے ہائے افسوس کتنے گناہ ہوئے اور فوت ہونے والی لذتوں پر کف افسوس ملتا رہتا ہے۔

اور جس نے عالم شباب میں کسب علم میں لگا یا تو بڑھاپے کے دور میں بھی اس کی تعریف ہوتی ہے اپنے لگائے ہوئے پودوں کے پھل حاصل کرتا ہے۔ اور تصنیفات و تالیفات سے لذت محسوس کرتا ہے۔ علم کی حاصل ہونے والی لذتوں کے مقابلے میں بدن کی جانے والی لذتوں کو وہ کچھ نہیں سمجھتا اور کبھی کبھی وہ اعمال زیادہ لذیذ لگتے ہیں جو مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

میں نے اپنے خاندان والوں کو دیکھا جنہوں نے اپنی قیمتی عمریں کسب دنیا میں

لگا دی اس کے مقابلہ میں میں نے اپنا بچپن اور جوانی طلب علم میں لگا دی۔ ایک بار پھر میں نے اپنے حال میں غور کیا تو میری زندگی ان کی زندگی سے بڑھیا تھی اور لوگوں میں میری عزت وجاہت ان کی وجاہت سے زیادہ تھی اور علم کی جو معرفت مجھے حاصل ہوئی اس کے مقابلے میں ان کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ اس پر شیطان نے کہا کہ تو اپنی شب بیداریوں اور مشقتیں بھول گیا۔ میں نے کہا ارے جاہل! یوسف علیہا السلام کی زیارت ے عوض ہاتھ کٹتے ہیں تو کوئی بات نہیں اور وہ راستہ کبھی لمبا نہیں ہوتا جو محبوب تک پہنچا دے۔

میں نے اپنی طلب علم کی لذت میں وہ مشقتیں اٹھائیں جو میرے نزدیک شہد سے زیادہ میٹھی تھی، میں اپنی طالب علمی میں اپنے ساتھ کچھ خشک روٹیاں رکھ لیتا اور علم حدیث کی طلب میں سفر پر نکلتا تھا اور پانی کے سوا کوئی چیز کھانے کی نہ ہوتیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سماع کی کثرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال وآداب اور صحابہ اور تابعین کے احوال وآداب جاننے میں، مشہور ومعروف ہو گیا اور اس کی وجہ سے تعلق مع اللہ میں وہ اثر دیکھا جو بتایا نہیں جا سکتا۔

مجالس ذکر میں میرے ہاتھ پر دو لاکھ سے زائد لوگوں نے توبہ کی ہے اور دو سو سے زائد انسان میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور بہت سے سخت مزاج لوگوں کی آنکھیں میرے وعظ سے بہنے لگی جو کبھی نہیں بہتی تھی جو شخص اس قسم کے انعامات کا مشاہدہ کر رہا ہے اسے حق ہے کہ ان کی تکمیل کی امید کرے۔ مگر ساتھ ہی اپنی خطاؤں اور لغزشوں کو دیکھ کر اسباب خوف بھی رونما ہونے لگتے ہیں۔

میں ایک دن بیٹھا تھا اور اپنے پاس دس ہزار سے زائد کا مجمع دیکھ رہا تھا، کوئی ایسا نہ تھا جس کے دل میں رقت یا آنکھ میں آنسو نہ ہو، میں نے اپنے نفس کو خطاب کیا اور کہا کہ اگر یہ سب نجات پا گئے اور تو ہلاک ہو گیا تو بتا تیرا کیا بنے گا۔ بس میں وجدان کی زبان سے چیخ چیخ کر کہنے لگا۔

میرے آقا میرے اللہ! اگر تو مجھ پر کل قیامت میں عذاب کا فیصلہ فرما دے تو ان لوگوں کو پتہ نہ چلے تا کہ وہ لوگ یوں نہ کہے کہ جس ذات کی طرف رہنمائی کی تھی اسی نے عذاب دے دیا۔

میرے اللہ! تیرے نبی سے سوال ہوا تھا کہ کیا ابن ابی منافق کو قتل کر دیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور فرمایا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں کو قتل کرنے لگا۔

میرے اللہ! اپنے کرم کا صدقہ میرے حق میں ان کا حسن اعتقاد قائم رکھ اور ایسے شخص کے عذاب کی ان کو خبر نہ ہو جو تیری ذات کا راستہ ان کو بتاتا رہا ہے، واللہ یارب تیری ذات پاک ہے۔

اس لکڑی کو مت چھیل جس کو تو نے خود مزین کیا ہے، سخاوت کا بانی کبھی اس کے خلاف نہیں کرتا۔ اس کھیتی کو پیاسی مت رکھ جسے خود اگایا ہے اور تیرے انعام کی بارش سے وہ باغ و بہار بن چکی ہے۔

(۵۹) اضطراب انگیز خیال:

میں نے ایک حالت میں غور کیا جس نے مجھے بے چین کر دیا اور وہ حالت یہ کہ

آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہر طرح سے حسن سلوک کرتا ہے اور وہ اس سے محبت نہیں رکھتی اور یہی معاملہ وہ اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے اور وہ اس کے ساتھ بغض رکھتا ہے اور کبھی بارگاہ سلطان میں وہ ہر ممکن طریقہ سے قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور بادشاہ اسے اہمیت نہیں دیتا، بس یہ حیران ہوکر کہتا ہے کہ اب کیا کروں؟

میں ڈر گیا کہیں خالق سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں میری بھی یہی حالت نہ ہو کہ میں اس کا قرب تلاش کروں اور وہ مجھے پسند نہ رکھتے ہو اور ہوسکتا ہے کہ مجھے ازل سے ہی شقی لکھ دیا گیا ہو اور اسی طرح کے خیال کے خوف سے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ میرا کوئی گناہ دیکھ کر فرمادیا ہو کہ تیری بخشش نہ ہوگی بس سواء قلق اور خوف کے کچھ بھی پاس نہیں۔ ہاں ممکن ہے رجاء کا سفینہ اپنے دخول کے دن صحیح سالم کنارے جا لگے۔

(٦٠) اللہ جو کرے اسے پوچھ نہیں:

بخدا والد کی تربیت بچے کو فائدہ نہیں دیتی جب تک اس لڑکے کے لئے خالق کا فیصلہ نہ ہوا ہو کیونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ جب کسی کے بارے میں ارادہ فرماتے ہیں تو بچپن ہی سے اس کی تربیت فرماتے ہیں اور درستگی کی طرف اس کی رہنمائی فرماتے ہیں اور بھلائی کی نشاندہی فرماتے ہیں اور بہتر اور مناسب چیز کی محبت اس میں ڈالتے ہیں اور کسی مصلح کی صحبت اسے نصیب کرتے ہیں اور ان امور کی ضد اور خلاف کا بغض اس کے اندر پیدا فرماتے ہیں اور گھٹیا امور کی قباحت اس کی نظر میں ڈال دیتے ہیں، قبیح چیزوں سے اس کا تحفظ فرماتے ہیں جب کبھی پھسلنے لگتا ہے تو ہاتھ پکڑ کر تھام لیتے ہیں۔

اور جب کسی سے بغض ہوتا ہے تو اسے ہمیشہ کے لئے لغزشوں کے حوالے کر دیتے ہیں اور وہ ہر حال میں بدحواس رہتا ہے، بلندیوں کے لئے عزم وہمت نام کی اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی اور فضائل کے بجائے رذائل اور بری خصلتیں اس کا مشغلہ بن جاتی ہے۔

(٦١) حقیقی لذت:

دنیا کے طالب اس کی حقیقی لذت سے غافل ہیں، کیونک جو لذت کی چیزیں ہیں ان میں شرافت علم ہے، عفت کا جوہر ہے، خودداری ہے، قناعت کی عزت ہے، مخلوق پر فضیلت حاصل کرنے کی چاشنی ہے، باقی خورد ونوش کے چٹخارے او نکاح کے مزے یہ لذتیں تو جاہل آدمی کا مشغلہ ہے، کیونکہ یہ چیزیں از خود مقصود نہیں، بلکہ بدن میں قوت کے لئے یا اولاد حاصل کرنے کے لئے ہیں اور ویسے بھی بھلا نکاح میں کیا لذت ہے؟ جو مباشرت کے قبل معدوم ہے اور عین حالت مباشرت میں ایک جوش ہے جسے قرار نہیں اور اس کے بعد یہ حال کہ گویا کچھ ہوا ہی نہیں، البتہ بدن میں ضعف کے آثار باقی رہتے ہیں ، کچھ ایسا ہی حال طعام کا ہے کہ بھوک ہوتو سادہ اور پر تکلف برابر ہوتا ہے اور زیادہ کھاؤ تو جان کا خطرہ بھی ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے فتنہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہیں:

(١) عورتیں یہ شیطان کا پھیلا ہوا جال ہے۔

(٢) شراب جو اس کی سونتی ہوئی تلوار ہے۔

(٣) دینار و درہم یہ زہر میں بجھے ہوئے تیر ہیں۔

جو شخص عورتوں کی طرف مائل ہوتا ہے اس کی زندگی میں صفائی نہیں رہتی اور شراب کا شوقین عقل سے بے بہرہ ہوجاتا ہے اور دینار و درہم کا عاشق زندگی بھر ان کا غلام بن کے رہ جاتا ہے۔

(٦٢)تسلیم کمال ایمان ہے:

وہ شخص مومن کامل نہیں جو فرض عبادات بظاہر ادا کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنے کا اہتمام کرتا ہے۔کمال ایمان اس شخص کا ہے جس کے دل میں کبھی کوئی اعتراض نہیں کھٹکتا اور کوئی وسوسہ آتا ہے تو نفس میں اسے ٹھہرنے نہیں دیتا اور جب بھی کوئی شدید آفت آتی ہے تو اس کا ایمان اور بھی ہوزیادہ ہوجاتا ہے اور تسلیم اور بڑھ جاتی ہے وہ دعاء مانگتا ہے مگر قبولیت کا کوئی اثر نہیں دیکھتا لیکن اس کی طبیعت میں کوئی تغیر نہیں آتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ مملوک ہے اور اس کا ایک مالک ہے جو اپنے ارادے سے اس میں تصرف کرتا ہے اگر اس کے دل میں اعتراض پیدا ہوگیا تو مقام عبدیت سے نکلکر مقام مناظرہ کی طرف نکل جائے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا تھا۔

اور قوی ایمان کا اثر قوت امتحان کے وقت ہی نمودار ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر یحی علیہ السلام کو دیکھئے کہ ان پر ایک فاجر آدمی قابو پا کر انہیں ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے اور انھیں ذبح کردیا جاتا ہے،کبھی کبھی طبیعت میں یہ بات آتی ہے کہ جس نے ان کو ہی بنایا تھا اس نے کیا مدافعت کی؟ اور یہی بات ہر مقام پر ہوسکتی ہے جہاں کفار کو نبیوں پر اور اہل ایمان پر تسلط حاصل ہوا اور بظاہر ان کی مدافعت نہیں ہوئی، اگر یہ بات جان لے کہ قدرت ان کی مدافعت سے عاجز رہی تو یہ کفر ہے اور اگر یہ

بات جان لے کہ قدرت ان کی مدافعت تو کرسکتی تھی مگر نہیں کی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کو کبھی بھوکا رکھتا ہے اور کفار کو پیٹ بھرے رکھتا ہے، نافرمانوں کو عافیت دیتا ہے اور متقین کو بیماری دیتا ہے تو سوا تسلیم مالک کے اور کوئی درجہ باقی نہیں خواہ کتنی ہی گرانی اور تکلیف ہو۔

یوسف علیہ السلام گم ہوئے اور یعقوب علیہ السلام ۸۰ برس تک روتے رہے مگر مایوس نہیں ہوئے، چنانچہ دوسرے بیٹے کے جانے پر ہی فرمایا تھا کہ امید ہے اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے لئے بدعاء کی تھی جو چالیس برس بعد پوری ہوئی، اور جو مصیبت کسی بلند قدر شخصیت پر آئی ہے اس سے اس کی تسلیم ورضا میں اضافہ ہوا ہے ایسے موقعہ پر ''ورضواعنہ'' کا معنی واضح ہوتا ہے، اور قوت ایمان کا درجہ معلوم ہوتا ہے، چند رکعت کی ادائیگی سے نہیں۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں عافیت کے دور میں تو سب لوگ یکساں دکھائی دیتے ہیں، مصیبت وابتلاء کے وقت فرق معلوم ہوتا ہے۔

(٦٣) روح:

اہل وعیال میں سے کوئی فوت ہوجاتا ہے تو مروّجہ عادت کے موافق میں بھی حزن وغم میں مبتلا رہتا تھا۔ ذہن میں یہی آتا ہے کہ بدن قبور میں جاکر ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، بس یہی وجہ تھی غم کی۔ پھر وہ حدیثیں سامنے آئیں جو پہلے بھی آتی تھیں، مگر کبھی ان میں دھیان نہ کیا گیا تھا جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن کی

روح ایک پرندہ کی شکل میں جنت کے درختوں پر رہتی ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کے جسم لوٹا دیں گے، میں نے سمجھا کہ یہ تو آرام کی طرف انتقال ہے اور یہ بدن کوئی شئ نہیں کیونکہ یہ مرکب چیز ہے جس میں فساد تحلیل آتی ہے اور قیامت میں یہ پھر نیا بن جائے گا لہذا اس کے بوسیدہ ہو جانے کی کوئی فکر نہیں کرنی چاہئے۔

بلکہ اس بات سے سکون لینا چاہئے کہ ارواح راحت کی طرف کی منتقل ہو جاتی ہیں جس سے غم زیادہ نہیں رہتا اور عنقریب احباب کی ملاقات بھی ہو جائے گی او افسوس جو رہتا ہے تو اس لئے مخلوق کا تعلق صورتوں کے ساتھ ہے وہ انسان کو ایک خوبصورت جسم کو سمجھتے تھے جو ختم ہو گیا ہے اور یہ رنج وغم اس ختم کی وجہ سے ہے۔

حالانکہ صرف جسم کو آدمی نہیں کہتے یہ تو اس کی سواری ہے اور ارواح بوسیدہ نہیں ہوتیں، اور جسم ان کے بالمقابل ہیچ ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھو جیسے تو اپنی داڑھ نکال کر گڑھے میں پھینک دے تو عمر بھر تجھے کچھ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ اس کا کیا حال ہے؟

بس ابدان کا حکم یا حال اس داڑھ جیسا ہے نفس کو کیا معلوم اس پر کیا بیت گئی۔ اور کسی محبوب کے جسم کے ریزہ ریزہ ہونے پر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ ارواح کی لذتوں کو یاد کرو، اور عنقریب جسم کے از سر نو پیدا ہو جانے کو یاد کرو اور عنقریب ملاقاتوں کے حاصل ہونے کو یاد کرو ان باتوں میں فکر کو لگانے سے غم ہلکا ہو جائے گا اور معاملہ آسان ہو جاتا ہے۔

(فائدہ) جب روح بدن سے نکل جاتی ہے تو بدن سے اس کا تعلق پھر بھی قائم رہتا ہے اسی لئے تو قبر میں عذاب یا راحت ہوتی ہے۔ جس کو ہم دنیوی زندگی میں محسوس

نہیں کر سکتے اور اس پر احادیث مبارکہ میں بہت تفصیل موجود ہے اور یہ مسلک اکابر اہل سنت کا ہے۔ (امداد اللہ انور)

(٦٤) پردہ داری ایذا سے بچاتی ہے:

عاقل آدمی کو تنہائی میں بھی کسی کی کوئی بات نہیں کرنا چاہئے ، نیز یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ اس کا انجام کیا ہوسکتا ہے، ایک آدمی نے اپنے دوست پر اعتماد کر کے بادشاہ کی کوئی بات اس کو کہہ دی ، بات بادشاہ تک پہنچ گئی اور یہ ہلاک کر دیا گیا یا کسی کو اپنے دوست ہی کی بات کہہ دی اسے پتہ چلا تو باہم فساد ہو گیا وغیرہ۔

(٦٥) اچھا انجام تقوی کا ہے:

مومن کے لئے کسی مرض سے یا موت سے گبھرانا مناسب نہیں اگر چہ طبیعت اپنی قابو میں نہیں رہتی مگر حتی الامکان صبر کی کوشش کرنی چاہئے یا تو اس مشقت پر اجر حاصل کرنے کے لئے یا رضا بالقضا کا اثر ظاہر کرنے کے لئے ،اور یہ مصیبت چند لمحات کے لئے ہے پھر ختم ہو جاتی ہے۔

مرض میں مبتلا شخص کو اپنے قلق اور اضطراب کے لمحات میں سوچنا چاہئے کہ عافیت کے زمانے میں مرض کہاں تھا؟ یہ قلق بھی چلا جائے گا اور ثواب مل جائے گا جیسا کہ حرام لذتوں کا ذائقہ جاتا رہتا ہے۔اور گناہ باقی رہ جاتا ہے اسی طرح تقدیر پر ناراضگی کا زمانہ جاتا رہتا ہے اور عتاب باقی رہ جاتا ہے۔

اور موت کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے کہ مصیبت و آلام بڑھ جانے سے نفس کی قوتِ برداشت عاجز ہو جاتی ہے اور موت سے روح نکل جاتی ہے، مریض کو چاہئے کہ روح

نکل جانے کے بعد کی راحتوں کا تصور کرے اس سے موجودہ تکلیف آسان ہوجائیگی جیسا کہ کڑوی دوا پینے کے بعد آنے والی عافیت کا تصور کیا جاتا ہے۔

مناسب یہ ہے کہ رکاوٹ آنے سے پہلے پہلے فضائل میں درجات بلند کرنے والے اعمال کے لئے پوری کوشش کی جائے ،سعادت مند وہ شخص ہے جو عافیت کوغنیمت جانتا ہے اور عافیت کے ان لمحات سے افضل سے افضل اعمال اختیار کرتا ہے۔

اور معلوم ہونا چاہیئے کہ جنت میں مراتب کی بلندی فضائل یعنی اعمال صالحہ کی بقدر رہے ،عمر بہت کم ہے اور فضائل بہت زیادہ ہے ،لہذا ہر ممکن کوشش میں جلدی کوشش کرنی چاہیئے کہ بعد میں آنے والی راحت بہت طویل ہے اور فرحت ہے غم زدہ لوگوں کے لئے۔

اور جب جنت کی اس لذت کے دوام وتسلسل کا خیال آتا ہے جس میں نہ کوئی تکدر ہے اور نہ اس کی انتہا تو ہر بلا اور مصیبت آسان دکھائی دیتی ہے۔

(٦٦) بعض بدترین گناہ:

معاصی تمام کے تمام قبیح ہیں اور بعض گناہ دوسرے گناہوں سے بدتر ہے، چنانچہ زنا سب گناہوں سے بدتر گناہ ہے کہ وہ بیوی کو برباد کردیتا ہے، نسب تبدیل کر دیتا ہے اور ہمسایہ عورت سے زنا بدترین گناہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نقل کرتے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سا گناہ سب سے بڑا ہے، فرمایا یہ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھ کو پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ ارشاد فرمایا تو اپنی اولاد کو

محض اس وجہ سے قتل کر ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ مل کر کھائیں گے، میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا کہ تو اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے اور یہ اس وجہ سے کہ اس میں اللہ تعالی کی معصیت کے ساتھ ساتھ ہمسایہ کی حق تلفی ہے اور سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ بوڑھا زنا کرے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ زنا کرنے والے بوڑھے سے بغض رکھتے ہیں، اس لئے کہ اس کی طبعی خواہش تو ختم ہو چکی ہے،قوت اس میں نہیں جو غالب آجائے ،بس یہ خود اس کی تحریک پیدا کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے گویا یہ باغیانہ معصیت ہے اور ایسے ہی کھلے طور پر سودی معاملہ کرنا خصوصاً مالدار غنی آدمی کا یہ فعل اور بھی بدترین گناہ ہے۔

اور قبیح گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک چور یا ظالم توبہ کر لیتا ہے مگر تلف کئے ہوئے مال یا حقوق معاف کرا کے یا ادا کر کے تلافی نہیں کرتا اور ایسے ہی نماز اور زکوۃ میں کوتاہی کرنے والا جو قضا نہیں کرتا۔ ایسے ہی بدترین افراد میں وہ بھی ہے جو اپنی بیوی کو طلاق دے چکا ہے اور بیوی کو طلاق واقع ہو چکی ہے مگر بیوی کو سنبھالے بیٹھا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے ایسا ایمان مانگتے ہیں جو ہمیں اس کی مخالفت سے باز رکھے اور ایسے اعمال کی توفیق مانگتے ہیں جو اس کی رضا کا ذریعہ بنے، ہم اسی کے ہیں اور اسی کے سہارے قائم ہے۔

(٦٧) غضبناک آدمی کے آگے حکمت استعمال کرو:

اپنے ساتھی کو جب دیکھو کہ حالت غضب میں ہے اور نا مناسب باتیں کہتا ہے تو

اس کے جوش کے وقت صبر اختیار کرو کیونکہ اس وقت اس پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے اور طبیعت میں ہیجان ہے ایسے وقت تو اس کے فعل کے مطابق اس کو کوئی جواب دے گا تو تو ایسے عاقل کی طرح ہوگا جو کسی دیوانے سے مخاطب ہے اور اس ہوش مند کی طرح ہوتا ہے جو کسی بے ہوش انسان کو عتاب کرتا ہے ایسے موقعہ پر اس کو رحمت کی نگاہ سے دیکھ اور یقین رکھ کہ جب اسے تنبہ ہوگا تو اس حرکت پر نادم ہوگا اور تیری صبر کی وجہ سے تیری فضیلت کا قائل ہوگا۔ کم سے کم اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ کر کہ وہ غضب کی حالت جو کچھ کر رہا ہے تو اس کو دوسری ایسی طرف لگا دے جس سے اس کو راحت میسّر ہو۔

اور یہی حالت بیٹے کو باپ کے غصہ کے وقت اور بیوی کو شوہر کے غضب کے وقت پیش نظر رکھنی چاہیے، بس اسے کچھ نہ کہا جائے وہ بات کر کے غصہ سے شفا حاصل کرے گا اور جب اس کی حالت غضب کا اور اس کی گفتگو کا مقابلہ کیا جائے گا تو عداوت پختہ ہو جائے گی اور وہ ہوش میں آ کر اس معاملہ کا انتقام لے گا۔

اور بہت سے لوگ اس مذکورہ طریق کے خلاف ہوتے ہیں وہ کسی غضبناک کو دیکھتے ہیں تو اس کے قول اور عمل کا مقابلہ کرتے ہیں، یہ تقاضہ حکمت کے خلاف ہے۔ حکمت وہی ہے جو میں ذکر کر چکا ہوں، اس کی سمجھ اہل علم ہی کو آئے گی۔

(٦٨) قلوب کا کینہ:

دنیا میں اس شخص سے بڑا احمق کوئی نہیں جو کسی کے ساتھ برائی کرتا ہے اور جانتا ہے کہ اس کی ایذا کا اثر اس کے دل تک پہنچ چکا ہے پھر کسی وقت وہ بظاہر صلح کر لیتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ صلح کے بعد اس کے دل سے وہ اثر ختم کر دیا ہے۔

اپنے ہم عصر دوستوں میں کسی ایک کو جب ایذا دے بیٹھے جو اس کے دل پر اثر کر گئی ہے تو اب اس کی دوستی پر اعتماد مت کر، تیری ایذا ہر وقت اس کی نظر میں ہے اگر تیرے خلاف وہ حیلہ نہ بھی کرے تو بھی دوستی میں صفائی باقی نہیں رہتی۔

میل میلاپ صرف اسی سے رکھ جس پر تیرا کوئی احسان ہے کہ اس نے تیری طرف سے خیر ہی دیکھی ہے جو اس کے دل میں ہے۔

اور ایسے ہی بٹیا، بیوی اور دیگر اہل معاملہ کا قصہ ہے اسی طرح کسی سے عداوت کرنا مناسب نہیں اور نہ کسی کے متعلق کوئی بات کرنا کہ کبھی اس کی باری آئی تو بدلہ لے لے گا اور کبھی اس کی حاجت پڑ گئی تو تو تیری حاجت پوری نہیں کرے گا۔

لہذا عقلمند وہ شخص ہے جو ہر ممکن بات کو سامنے رکھے اور بغض وعداوت، محبت ومودت کو دل میں مستور رکھے اور جو لوگ اس کے لئے کینہ اور بغض کو دل میں رکھتے ہیں ان کے ساتھ نرم چال چلتا رہے، عقل کا مشورہ یہی ہے۔ ''گر قبول افتد''۔

(٦٩) حقیقی امن:

جوں جوں آدمی دنیا کے اعتبار سے اونچا ہوتا ہے آخرت میں اس کا مقام پست ہوجاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں اس کی صراحت موجود ہے، بخدا کوئی شخص دنیا میں کوئی شئی پاتا ہے تو عنداللہ اس کے درجات میں کمی آجاتی ہے۔

لہذا سعادت مند وہ شخص ہے جو قدر ضرورت پر قناعت کرے اس لئے کہ وقت اس لائق نہیں کہ طلب دنیا میں ضائع کر دیا جائے الّا یہ کہ انسان اپنے کسب میں

پرہیز گار اور محتاط ہو طمع سے بچنے میں، اپنے نفس کا مددگار ہو، اہل خیر اور محتاجوں پر صدقہ کرنے کی نیت رکھتا ہو تو اس کا مال کمانا بے کاری سے افضل ہے۔

امام احمد بن حنبل ابن ابی داؤد یحی ابن اکثم رحمہم اللہ کے حالات پر نظر رکھنے والا جان سکتا ہے کہ دنیا کی خوش عیشی اور آخرت کی سلامتی میں کیا فرق ہے؟

ابراہیم بن ادہمؒ کا مقولہ ہے کہ کس قدر حسین ہے کہ اگر بادشاہوں کو ہماری لذیذ عیش کا علم ہو جائے تو تلواریں لے کر ہم پر چڑہائی کر دیں۔

واقعی ابراہیم بن ادہمؒ کا قول سچ ہے کہ بادشاہ کچھ کھاتا ہے تو ڈرتا ہے کہ کہیں زہر نہ ملا دیا ہو، سوتا ہے تو ڈرتا ہے کہ کوئی چپکے سے قتل نہ کر جائے۔ ہر وقت حفاظت کرنے والوں کے گھیرے میں بند۔ تفریح کے لئے نکلنا بھی میسر نہیں، کبھی نکلے تو آس پاس کے قریبی ساتھیوں سے خطرہ لگا رہتا ہے، جو لذت بھی وہ حاصل کرتا ہے وہ بے کیف محسوس ہوتی ہے، نہ کھانے کا مزہ نہ نکاح کا۔ پھر کھانا لذیذ ہوا تو خوب کھایا اور معدہ خراب۔ اور باندی یا بیوی نئ حاصل کی تو ان کے ساتھ بکثرت مشغول ہو کر قوت ضائع اور ختم کر لی۔ دو وطیوں کے درمیان بُعد اور فصل پر صبر نہیں، لہذا وطی میں چندا لذت بھی نہیں رہتی۔

یہی حال کھانے کی لذت کا ہے کیونکہ بغیر بھوک کے کھاتا ہے اور پوری خواہش واضطراب کے بغیر وطی کرتا ہے تو اسے وہ لذت تامہ حاصل نہیں ہوتی، جو بھوکے فقیر کو کھانے میں اور بے نکاح مرد کو بیوی ملنے پر حاصل ہوتی ہے، غرض اس کی لذت ناقص اور حساب زائد۔

خدا کی قسم میرے علم میں بلند مرتبہ اور دوسروں سے بڑھکر دنیا میں اچھی زندگی گذارنے والا علماء مخلصین کے سوا کوئی نہیں جیسا کہ حسن بصریؒ، سفیان ثوریؒ اور حق پرست عبّاد وزہّاد معروف کرخی جیسے حضرات ہیں کیونکہ لذّت علم ہر لذّت سے بڑھی ہوئی ہے بھوک یا آفت ان کو کچھ نقصان نہیں کرتی بلکہ ان کا مرتبہ اور اونچا ہوتا ہے اور یہی حال خلوت اور عبادت کی لذّت کا ہے، یہ معروف کرخیؒ جو سب سے کٹ کر اپنے رب کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے زندگی خوش گوار ہے، وہ تنہائیوں کے مزے لوٹتے ہیں پھر فوت ہو گئے اور چار سو سال ہونے کو ہے، روزانہ ان کی خدمت میں قرآن مجید کے کئی اجزاء کا ہدیہ پیش ہوتا ہے اور نہیں تو کوئی کھڑا ہونے والا سورہ اخلاص پڑھ کر ہی ھدیہ کر دیتا ہے اور سلاطین ان کی قبر پر سر جھکا کر کھڑے ہوتے ہیں، ابھی یہ موت کے بعد کا حال ہے اور قیامت کے دن جن کرامات کا ظہور ہونے والا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسی طرح حق پرست علماء کی قبر کا بھی یہی حال ہے جو لوگ امراء کے ساتھ میل میلاپ رکھتے ہیں، ان کی بدمزگی کا اثر ان کے تمام حالات زندگی پر ہوتا ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ جب سے فلاں امیر سے مال لیا ہے، فہم قرآن کی دولت جو نصیب ہوتی تھی اس میں رکاوٹ ہو گئی ہے یہی قاضی ابو یوسفؒ ہیں ان کی قبر پر کبھی دو آدمی نہیں دیکھے۔

بس امراء کی میل ملاقات سے صبر کرنے میں گو مؤمن من وجہ تنگی محسوس کرتا ہے مگر کئی طرح سے زندگی کے مزے بھی حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ملاقات میں مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا۔

چاہئے کہ عزم بالجزم کرو، ابوالحسن قزوینیؒ اپنے گھر سے بوقت نماز نکلتے تھے کبھی سلطان آتا تھا تو سلام کرنے کے انتظار میں بیٹھا رہتا تھا، الغرض طوالت سامع کی ناگواری کا سبب ہے بس ذائقہ سے ہی پتہ چل جائے گا۔

(۷۰) اکثر و بیشتر ظاہر کا اعتبار نہیں ہوتا:

حِسّی خواہشات کا تعلق اکثر و بیشتر عورتوں سے وابستہ ہے، ایک آدمی کبھی کسی عورت کو اس کے لباس میں دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ یہ اس کی بیوی سے زیادہ حسین ہے، یا اپنے خیال میں کسی حسینہ کا تصور آتا ہے، اس وقت اس کا فکر اس عورت کے حسن پر مرکوز ہوتا ہے، کوشش کرتا ہے کہ اس سے نکاح کر لے اور اپنے گھر میں ڈال لے پھر جب مراد حاصل ہوجاتی ہے تو اس میں وہ عیوب نظر آنے لگتے ہیں، جس کا پہلے اس کا کبھی خیال بھی نہ آتا تھا۔

پس اس سے اکتا کر پھر کسی اور کی طلب میں لگ جاتا ہے اور اتنا نہیں جانتا کہ اس کی ظاہری اغراض کا حصول کبھی بہت سے آفتیں لے کر آتا ہے مثلاً دوسری آنے والی عورت دین سے دور عقل سے خالی ہو یا جذبات محبت نہ رکھتی ہو یا گھریلوں تدابیر سے بے بہرہ ہو اس طرح کی کمزوریاں زندگی کے لطف بدمزہ کر دیتا ہے۔

یہی وہ سبب ہے جس نے زانیوں کو خواہش میں مبتلا کیا ہے کیونکہ ایک عورت سے رفاقت کے وقت اس کے محاسن اس کی نظر میں ہوتے ہیں اور عیوب پوشیدہ جس کی وجہ سے یہ لمحات اس کے لئے لذیذ ہوتے ہیں پھر وہ کسی اور کی طرف منتقل ہوجاتے ہیں۔

لہذا عاقل کو جان لینا چاہئے کہ حسب منشا کامل مراد کو حاصل ہونے کی اس کے

لئے کوئی صورت نہیں۔ ''وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلاَّ تُغْمِضُوْا فِيْه'' الحاصل جب بھی کسی کو لو گے تو اس کے نقائص یا عیوب سے چشم پوشی کر کے ہی لو گے۔

اور دنیا کی عورتوں کے عیوب کا بیان اللہ تعالی کے اس قول سے بہتر انداز میں ممکن نہیں ''وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَة'' کہ اہل جنت کو وہاں ایسی بیویاں ملے گی جو پاکیزہ ہوگی اور ایک حسّاس شخص جس طرح ظاہری میل کچیل سے نفرت کرتا ہے ایسے ہی معنوی اور اخلاقی عیب سے نفرت رکھتا ہے۔

لہذا چاہئے کہ باطنی خوبیوں میں سے دین پر اور ظاہری خوبیوں میں پردہ اور قناعت پر اکتفاء کرے، پس زندگی خوش حال ہوگی اور دل مسرور رہے گا اور جس قدر کثرت اختیار کرے گا اس سے قلبی مشاغل کی کثرت ہوگی اور دین میں کمزوری آئے گی۔

(۱۷) اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جرأت کا انجام:

عقوبات اور سزائیں کبھی اچانک آتی ہیں اور کبھی اللہ اس کو مؤخر کر دیتا ہے اور عاقل وہ ہے جو غلطی کر لے تو توبہ جلدی کرے، دوسرے نافرمانوں کی مہلت دیکھ کر فریب کھانے والوں کو کبھی مہلت نہیں ملتی اور گناہوں میں جلدی سزا اس گناہ کی ہوتی ہے جس میں عناد اور مقابلہ کی شکل ہو جیسے خالق کائنات پر اعتراض یا اس کی شان عظمت میں شرکت کا دعویٰ۔

عبدالمجید بن عبدالعزیز نے بتایا کہ ہمارے یہاں خراسان میں ایک آدمی تھا جس نے تین دن میں پورا قرآن لکھا۔ ایک آدمی نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کتابت کتنے دنوں میں کی ہے؟ اس نے ہاتھ کا انگوٹھا اور دو انگلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے

کہا: تین دن میں ﴿وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾ اور مجھے کچھ تھکن بھی نہیں ہوئی۔ بس فوراً تینوں انگلیاں خشک ہوگئی اور ہمیشہ کے لئے اس کے نفع سے محروم ہوگیا۔

ایسے ہی ایک فصیح آدمی جو ادیب تھا اس کو اس خیال نے دھوکہ میں ڈال دیا کہ وہ بھی مثل قرآن کے کلام کہہ سکتا ہے، وہ بالا خانے میں تنہائی میں جا بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھے تین دن کی مہلت دے دو تین دن کے بعد لوگ اوپر گئے تو دیکھا کہ ہاتھ قلم پر خشک ہو چکا ہے اور وہ خود مرا پڑا ہے۔

اور اسی سے ملتا جلتا معاملہ ہے کہ انسان کسی شخص کو اس کے فعل پر شرمندہ کرلے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ ایسی بات پر شرمندہ کرے جو اس کے اختیار میں نہیں مثلاً کہے او اندھے یا بدصورت وغیرہ۔۔۔۔

ابن سرینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو فقر پر شرمندہ کیا تھا تو میں نے ایک قرض کے سلسلے میں قید اٹھائی۔

اور کبھی سزا مؤخر ہو جاتی ہے اور آخر میں ملتی ہے پس کبر سنی کے ساتھ ساتھ ان گناہوں پر تنبیہ میں تاخیر کتنی تعجب خیز ہے جو کبھی جوانی میں ہوئے تھے لہذا گناہوں کے انجام سے بچنے اور اللہ کی طرف رجوع کر کے ان کو مٹانے کی جلدی کوشش کیجئے ورنہ اکٹھی ہو کر آئے گی تو ستائیں گی۔

(۷۲) بدنظروں سے تحفظ:

اپنے ہم جنس پر برتری کی پسند ہر طبیعت میں رکھدی گئی ہے، ہر کسی کو یہ محبوب

ہے کہ اپنے غیر سے اونچا ہو جائے، پاکباز آدمی کو چاہئے کہ وقار سے رہے، مریض کی عیادت میں صبر سے کام لے تاکہ عافیت والے اس پر خوشی نہ منائیں۔

لوگوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حالت مرض میں حاضری کی اجازت مانگی، آپ قریب المرگ تھے اپنے اہل کو کہا مجھے بٹھاؤ، چنانچہ ٹیک لگا کر بٹھائے گئے جیسے کہ ایک تندرست ہوتا ہے، جب حال پوچھنے والے چلے گئے تو یہ شعر پڑھے: (ترجمہ) اور میرا قوت ظاہر کرنا خوشی منانے والوں کے لئے ہے جنہیں میں دکھانا چاہتا ہوں کہ میں زمانہ کے حوادثات کے آگے جھکنے والا نہیں ہوں اور موت جب اپنے ناخن کہیں پر گاڑ دیتی ہے تو تعویذ ٹوٹکے پھر کچھ کام نہیں دیتے۔

اور ہمیشہ سے عقلاء حضرات فقر و مصائب اور آفات میں باہمت رہے ہیں تاکہ ان مصائب کے ساتھ دشمنوں کو خوش ہوتا ہوا نہ دیکھنا پڑے جو ہر آفت سے بڑھ کر ہے چنانچہ ان کا فقر غنا ظاہر کرتا تھا اور ان کا مرض تندرستی ظاہر کرتا تھا۔

جی ہاں یہاں ایک نکتہ اور بھی قابل فہم ہے وہ یہ کہ کبھی انسان مال کی کثرت اور نعمتوں کی فراوانی ظاہر کرتا ہے اور دشمن اس کو نظر لگاتا ہے تو وہ خوشی حاصل نہیں کر پاتا، نظر اسی کو لگتی ہے جو چیز اچھی سمجھی جائے۔

لہذا انسان کو چاہئے کہ اچھے حالت کا اسی حد تک مظاہرہ کرے جہاں تک نظر لگنے کا خوف نہ ہو نیز اظہار نعمت میں زیادتی نہ کرے کہ ایسے موقعہ پر نظر لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ یہ فصل خوب سمجھ لینی چاہئے کہ اہل تدبر کے لئے نفع مند ہے۔

(۷۳) سلامتی کا دھوکہ:

سب سے زیادہ عجیب چیز انسان کا اپنی سلامتی سے فریب کھانا ہے جوں جوں صبح وشام عافیت سے گزرتے ہیں اس کا فریب بڑھتا اور امیدیں طویل ہوتی جاتی ہیں اور اس سے بڑی عبرت اور کیا ہوگی کہ تو اپنے ہم عمروں کے گھر دیکھ رہا ہے اپنے بھائیوں کے حالات تیرے سامنے ہیں اور دوستوں کی قبروں کا مشاہدہ آئے دن کرتا ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ چار دن بعد تو بھی ان جیسا بن جانے والا ہے پھر بھی تجھے غیرت نہیں آتی حتی کہ تو دوسروں کیلئے عبرت بن جاتا ہے۔ بخدا یہ احمقوں کا حال ہے۔

واللہ عاقل شخص سلامتی سے سبق لیتا ہے اور سلامتی کے زمانے میں اپنی معذوری کے لئے کچھ ذخیرہ کر لیتا ہے۔ قدرت کے دنوں میں تنگ دستی کیلئے کچھ سامان جمع کر لیتا ہے۔

خصوصاً وہ شخص جو جانتا ہے کہ آخرت کے مراتب عالی اعمال کے بقدر ہی عالی بنتے ہیں اور وفات کے بعد تلافی ممکن نہیں۔ مان لیا کہ عاصی کو معافی ملگئی تو کیا اعمال کرنے والوں کے بقدر مراتب بھی ملیں گے؟

جو شخص دل و دماغ پر جنت کا تصور غالب کر لیتا ہے جس میں نہ مرض ہے نہ موت کا غم ہے، نہ نینداس کی لذتیں مسلسل ہیں ان میں انقطاع نہیں اور ان کی زیادتی اعمال کے بقدر ہے اس کے حصول کے لئے اپنی مدت حیات کو غنیمت جانتا ہے، صرف بقدر ضرورت ہی سوتا ہے کسی لمحہ کو سنوارنے کے لئے غفلت سے کام نہیں لیتا۔

اور جو یہ جانتا ہے کہ گناہ کی لذت ختم ہو چکی اور اس کی آفات ابدالآباد باقی رہیگی اس کو برائیوں سے روکنے کے لیے یہی بات کافی ہے خصوصاً ایسے گناہ جن کے آثار متعدی ہیں۔ مثلاً کسی منکوحہ سے زنا کرنا جس سے وہ حاملہ ہو جاتی ہے، بچہ شوہر کے نام لگ جاتا ہے، میراث میں اس کے اہل کا حق روکتا ہے اور جو اہل نہیں وہ وصول کرتا ہے۔ سب میں تغیر وفساد ہوتا ہے اور یہ سب کچھ ایک لمحہ کی نحوست ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی توفیق مانگتے ہیں جو ہدایت کی تلقین کرے اور فساد سے منع کرے۔ بے شک وہ قریب اور مجیب ہے۔

(۷۴) انسان نظر کرے کہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے:

مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو اپنی صورت پر خوش ہو رہا ہے، تکبر کی چال چلتا ہے اور اپنی پیدائش اور آغاز سے غافل ہے کہ پہلے وہ پانی کے گھونٹ میں مخلوط ایک لقمہ تھا یا یوں کہہ لو کہ روٹی کا ایک ٹکڑا جس کے ساتھ کچھ پھل گوشت کا ٹکڑا پانی یا لسی کا گھونٹ وغیرہ جن کو تیار کر کے منی کے چند قطرات حاصل کئے اور وہ مرد کے بیضوں میں ٹھرے، شہوت نے انھیں حرکت دی تو ایک مدت کے لئے رحم مادر میں پڑے رہے حتی کہ اس کی شکل وصورت مکمل ہوگئی اور وہ ایک بچہ کی شکل میں باہر نکل آیا۔

پیشاب سے آلودہ کپڑوں میں پڑا رہتا تھا اور اس کی انتہا یہ کہ مٹی میں دبا دیا جائیگا جہاں اسے کیڑے کھائیں گے اور بدن ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور ہوائیں اس کے ذرات کر بکھیر دے گی اور اس کے بدن کی مٹی وہاں سے اڑتی پھرے گی یہاں تک کہ پھر جمع کر کے اٹھالیا جائیگا یہ اس کے بدن کا حال ہے باقی رہا۔ روح کا معاملہ جو کہ

اصل ہے اگر وہ جوہر ادب سے مزین اور علم کے ذریعے قیمتی بن گئی اپنے خالق کو پہچان کر اس کا حق ادا کیا تو سواری کے ٹوٹ جانے کا اسے کوئی نقصان نہ ہوگا اور اگر وہ بدستور جہالت پر قائم رہی تو یہ بھی مٹی جیسی بلکہ اس سے بھی گھٹیا ترین ثابت ہوگی۔

(۷۵) برگزیدہ نیک لوگ:

میں نے ان لوگوں میں غور کیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی ولایت اور قرب کے لئے منتخب فرماتے ہیں ہم نے ان کے اوصاف سنے ہیں وہ شخص باطن کا کامل ہوتا ہے، کریم اور سخی ہوتا ہے، عاقل ہوتا ہے، کمینہ اور دھوکہ باز کینہ پرور اور حاسد نہیں ہوتا اور نہ ہی باطنی عیوب میں سے کوئی عیب ان میں ہوتا ہے، بچپن ہی سے اس کی تربیت کی جاتی ہے، لڑکپن ہی میں وہ عام بچوں سے الگ دکھائی دیتا ہے جسے وہ ایک نوعمری میں ہی ایک شیخ ہے جسے رزائل سے نفرت اور نقائض سے انقباض ہے اس کی ہمت کا پودا نشونما پاتا رہتا ہے حتی کہ اس کے پھل شباب کی شاخوں پر لٹکتے دکھائی دیتے ہیں وہ علم کا حریص ہوتا ہے، عمل میں تیز ہوتا ہے، وقت کی حفاظت کرتا ہے، اپنے اوقات کی رعایت رکھتا ہے، طلب فضائل میں دوڑ لگانے والا اور نقائص سے بھاگنے والا ہوتا ہے۔

توفیق خداوندی اور الہام ربّانی کا احاطہ اس پر اس قدر ہوتا ہے کہ اگر وہ پھسلنے لگے تو اس کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں اور گناہ کا قصد کرے تو اس سے اس کو بچاتے ہیں اور فضائل میں اسے مصروف کرتے ہیں ایسے لوگ خال خال ہیں جن میں یہ سب صفات جامع ہوتے ہیں اور اس کو کاملین کے گروہ میں شامل کر دیتے ہیں۔

(۷۶) ناداروں کی پونجی:

اکثر لوگ ردی طبیعت کے واقع ہوتے ہیں محنت اور مشقت بھی ان کی اصلاح نہیں کرسکتی وہ کچھ نہیں جانتے کہ وہ کیوں پیدا کئے گئے ہیں۔ان کے وجود کا مقصد کیا ہے؟ ان کی انتہائے فکر اپنی مراد اور مطلوب کا حصول ہے اور ملجائے تو کبھی یہ سوال نہیں کہ اس پر مذمت کتنی ملی ہے وہ غرض کیلئے عزت کو قربان کر دیتے ہیں ایک گھڑی کی لذت ان کو مقدم ہے گو ایک زمانے تک بیمار پڑ جائیں۔

تجارت کے وقت حیلہ سازی کا لباس پہنتے ہیں. متکبروں کی آن بان میں نکلتے ہیں معاملات میں دھوکہ دیتے ہیں اصل حال کو چھپاتے ہیں۔ان کی کمائی سراسر شبہ والی اور کھانا شہوت انگیز ہوتا ہے رات سوتے ہیں اور دن کو بھی سوتے ہیں اور جب صبح کو اٹھتے ہیں تو اپنی خواہشات اور مرغوبات کے حصول میں خنزیر کی حرص کتے کا لالچ شیر کی درندگی چیتے کا فریب لومڑی کا مکر لے کر بھاگتے ہیں اور مرتے وقت انہیں اپنی خواہشات پوری نہ ہونے کا صدمہ تو ہوتا ہے لیکن تقویٰ نہ ہونے کا نہیں۔ یہ ان کے علم کی معراج ہے۔ بھلا وہ شخص کیسے کامیاب ہوگا جو اپنی ظاہری نظر کو عقل کی بصیرت پر ترجیح دیتا ہے خدا کی قسم کہ وہ اپنے کان کھول لیتے جو دنیا کے اطراف میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ پہلے لوگوں خیمے اور محلات کے اکھڑنے کا منظر دیکھو مگر انھیں جہالت کے نشہ نے مدہوش کرر کھا ہے جو حد لگنے سے پہلے افاقہ نہ پائیں گے۔

(۷۷) خود سے عبرت حاصل کرو:

تعجب اس شخص پر جو کہتا ہے میں قبرستان جاتا ہوں اور بوسیدہ ہو جانے والوں

کے ذریعے عبرت حاصل کرتا ہوں اگر وہ خود جان لیتا کہ میں خود بھی ایک مقبرہ ہوں تو اس کو اوروں سے عبرت پکڑنے کی حاجت نہ رہتی خصوصا اس شخص کو جو عمر میں آگے جا چکا ہے کہ اس کی شہوت ضعیف ہوگئی ہے اس کی قوت کمزور پڑ گئی ہے اور حواس تھک چکے ہیں نشاط میں فتور آ چکا ہے اور بال سفید ہو گئے ہیں اسے چاہئے کہ اپنی مقصود چیزوں سے عبرت پکڑے اور مفقود ہو جانے والے لوگوں کا تذکرہ چھوڑے اور خود اپنے خستہ احوال پر نظر رکھ کر عبرت حاصل کرے یہی اس کے لئے کافی اور فائدہ مند ہے۔

(۷۸) اپنے اہل وعیال کے لئے ضروریات مہیا کرنا واجب ہے:

مومن کو مناسب ہے کہ اپنی معاش کے لئے کچھ مشغلہ رکھے اور اپنے خرچ میں لگائے، پہلے علماء حضرات کے لئے کچھ بیت المال سے آجاتا تھا، اقرباء کے عطیے اور کچھ عوام کا تعاون ہو رہا تھا اب یہ صورت حال ختم ہوگئی ہے اور علم کا مشغلہ رکھنے والے یا عبادت یا ریاضت میں لگنے والے مسکین ہو کے رہ گئے ہیں. خصوصاً اہل وعیال والے حضرات۔

اور اس قبیح زمانے کی مثال ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں دیتا جس کا نام حصول تعاون یا طلب قرض کے لئے بتایا جا سکے چنانچہ ایک مومن انسان نامناسب جگہوں میں گھسنے اور غیر صالح حالات کے لئے مجبور ہو جاتا ہے لہذا مناسب ہے کہ عیالداری کم رکھے. روزی حاصل کرنے میں اور اخلاق کی اصلاح میں لگے، اگر معاش کی کوئی صورت ممکن ہو تو نوافل اور زائد علوم میں لگنے سے بہتر ہے ورنہ دین غلط راہوں میں ضائع ہو جائے گا یا کمینوں کے ھدیوں کے لئے ذلیل ہونا پڑے گا۔

(۷۹) اسباب اختیار کرنا مطلوب ہے:

عقلمند کو چاہیے کہ احتیاط کی انتہائی تدابیر اختیار کرتا رہے اس کے باوجود تقدیر کا کوئی فیصلہ سامنے آ گیا ہے تو یہ قابل ملامت نہیں اور احتیاط اور تحفظ اس چیز سے ہونا چاہیے جس کا وقوع ممکن ہے اور اس کے لیے تیاری کرنا واجب ہے۔

ایک آدمی نے ناخن کاٹے اور ذرا سی غلطی سے ہاتھ خراب ہوا اور مر گیا۔ ہمارے شیخ احمد الحربی سواری پر جا رہے تھے کہ ایک تنگ جگہ سے گذرنے کے لئے زین پر سے جھکے تو دل پر دباؤ پڑا اور بیمار ہوئے اور فوت ہو گئے۔

یحییٰ بن نزار شیخ تھے میری مجلس میں بھی آتے تھے، کان میں ثقل محسوس ہوا معالج کو بلایا اس نے منہ لگا کر چوسنا شروع کیا اندر سے مغز جیسا مواد نکلا اور فوت ہو گئے۔ ذرا نظر کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ٹیڑھی دیوار کے پاس سے گزرتے ہوئے احتیاط فرمائی اور تیزی سے گذرے اور یہ بھی مناسب ہے کہ ایام شباب میں کسب مال کے ذریعے احتیاط کی جائے تا کہ بڑھاپے کے ایام کے لیے کچھ بچ رہے۔ نیز کسی کے ساتھ معاملے میں تحریری وثیقہ کے بغیر اعتماد مناسب نہیں اور وصیت میں بھی جلدی کرنی چاہئے مبادا اچانک موت آ جائے

اور دشمنوں کا کیا کہنا اپنے دوستوں سے بھی احتیاط رکھیں اور ایسے دوست پر کبھی اعتماد نہ کرے جسے خود کبھی ایذا دے چکا ہے کیونکہ دلوں کا کینہ کبھی زائل نہیں ہوتا۔ اپنی بیوی سے بھی محتاط رہے کبھی اپنے راز سے مطلع کر بیٹھتا ہے پھر طلاق دے تو پھر اس سے تکلیف اٹھاتا ہے۔

اوراحتیاط کی سب سے بڑی اہم بات یہ ہے کہ خوب توبہ اور تیاری کی جائے اس سے پہلے کہ موت اچانک آجائے جس کے اچانک آنے کا ہروقت کھٹکا رہتا ہے اور سستی کے چور سے چوکنا رہنا چاہیے کہ وہ ہردم وقت چرانے کے حیلے میں مشغول رہتا ہے۔

(۸۰) نتائج میں غوروفکر کرنا:

ایک آدمی جب کسی شئ کا ارادہ کرلیتا ہے تو اس کے لئے سب سے زیادہ قابل اعتماد کی چیز یہ ہے کہ اس کے انجام میں غور کرے کیونکہ جب کوئی بلا تامل کام کرتا ہے تو اکثر و بیشتر اس کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے اسی لئے انسان کو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ غور کرنے اور سوچنے سے اس کی فکر طویل ہوگی اور ہر طرح کے احوال سامنے آئیں گے مثل مشہور ہے خمیر الرأی خیر من فطیرۃ رائی کا خمیر عجلت سے بہتر ہے۔

اور سب سے زیادہ کوتاہی میں وہ شخص ہے جو کسی کام میں جلد بازی کرے نہ خود غوروفکر کرتا ہے نہ ہی کسی سے مشورہ لیتا ہے خصوصا غصّہ وغضب کے وقت نوبت ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے یا بہت بڑی ندامت کا سامنا ہوتا ہے کتنے لوگ ہیں جو غضب میں آکر قتل کر بیٹھتے ہیں یا ضرب لگاتے ہیں پھر غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد تمام عمر حزن وملال میں اور ندامت کی آہ وبقا میں گزارتے ہیں اور قاتل کا حال عموما یہ ہوتا ہے کہ قتل کرنے سے اس کی دنیا اخرت برباد ہوجاتی ہے۔

اسی طرح کا حال اس شخص کا ہوتا ہے جو شہرت کے جوش میں جلد بازی کرتا ہے اور اس کے انجام کو بھول جاتا ہے پھر باقی عمر ندامت کے گھونٹ پیتا ہے اور موت کے

عتاب کا سامنا اور پھر عذاب کے وقوع میں کلام نہیں اور یہ سب باتیں ایک لحظہ کی لذت کے عوض ہے جو بجلی کی ایک چمک کی مثل تھی۔

بس اللہ کا خوف اور تقوی اختیار کر دتمام امور پر غور وفکر اور نتائج اور انجام کو سوچو خصوصاً ایسے غضب کے معاملے میں جس کا نتیجہ جھگڑا ہوتا ہے یا طلاق۔

(۸۱) مومن خوف وخجالت کے درمیان ہے:

عاقل کو اپنے گناہوں کا خوف رہنا چاہیے چاہے گو اس سے توبہ بھی کر لی ہے اور رو دھولیا ہے میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے جو اپنی توبہ کی قبولیت پر مطمئن بیٹھے ہیں گویا انھیں یقین ہو گیا ہے۔حالانکہ یہ ایک پوشیدہ بات ہے پھر اگر معرفت ہو بھی گئی تو اس فعل پر حجالت اور شرمندگی تو باقی ہے۔

اور توبہ کے بعد بھی خوف رہنے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ صحیح روایات میں ہے کہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آ کر عرض کریں گے ہماری شفاعت کیجئے تو وہ کہیں گے ''ذنبی'' کہ میری خطا مانع ہے پھر نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی فرمائیں گے ''ذنبی'' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسی علیہ السلام، حضرت عیسیٰ صلوات اللہ وسلام علیہم فرمائیں گے اور یہ حقیقت ہے کہ قبول توبہ کے بعد شرمندگی ختم نہیں ہو جاتی۔فضیل بن عیاض رحمہ اللہ علیہ کی یہ بات کس قدر حسین ہے۔ ہائے تیرے سامنے میری شرمندگی گو تو نے معاف بھی کر دیا۔بس افسوس ہے واللہ اس شخص پر جو گناہوں کو اختیار کرتا ہے اور گھڑی بھر کی لذت کو ترجیح دیتا ہے جس کی حسرت

قلب مومن سے کبھی زائل نہیں ہوتی گو مغفرت بھی ہو جائے، لہذا اچھے اور بہت بچے ہر اس عمل سے جس پر شرمندگی آئے اور یہ ایسی بات ہے جس پر تائب و زاہد حضرات بھی توجہ کم ہی دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ معافی نے گناہ کو سچی توبہ کے ذریعہ ڈھانپ دیا ہے اور میں نے جو ذکر کیا ہے اس کے بموجب تو ہمیشہ خوف و خجالت باقی رہنی چاہیے۔

(۸۲) زاہد اور زاہد نما:

میں نے اپنے دور کے زاہد نماؤں میں کئی باتیں دیکھیں جو دعوی اخلاص کے باوجود ان کے نفاق اور ریا کو ظاہر کرتی ہے، مثلا وہ گوشہ نشینی اختیار کرتے ہیں تو کسی دوست کی ملاقات کو نہیں جاتے، بیمار کی بیمار پرسی نہیں کرتے اور ان کا مقصود گفتگو یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے کٹ کر عبادت میں مشغول ہونا چاہتے ہیں حالانکہ وہ اپنی وضع داری (انوکھا پن) کا تحفظ چاہتے ہیں تا کہ مخلوق سے انقطاع میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو کیونکہ لوگوں میں میل جول کر رہنے میں ان کی ہیبت اور امتیاز قائم نہیں رہتا مگر پہلے زمانے کے حضرات ایسے نہ تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیماروں کا حال پوچھتے تھے، بازار سے ضروریات خرید کر لاتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کپڑے کے تاجر تھے اور عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ قبور کھودتے تھے اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بھی۔ ابن سیرینؒ میت کو غسل دیتے تھے ان لوگوں کے یہاں امتیاز رکھنے کی کوئی بات نہ تھی۔

ابن سرینؒ دن میں لوگوں سے ہنس بھی لیتے تھے اور راتوں کو رویا کرتے تھے

اور بعض زاہد نما ایسے دیکھے ہیں جو مسجد میں پڑے رہتے ہیں، نماز پڑھتے رہتے ہیں، اور یہ خبر عام ہونے لگتی ہے تو لوگ بھی ان کے پاس جمع ہونے لگتے ہیں جس سے ان کا نفس خوب خوش ہوتا ہے اور پھولتا ہے اور اپنی تعریف، توصیف کو پسند کرتا ہے۔

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نفلیں گھر میں پڑھا کرو اور بعض حضرات ہمیشہ روزہ دار رہنا ظاہر کرتے ہیں اور وہ لوگوں کی اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ فلاں صاحب کبھی روزہ نہیں چھوڑتے لیکن یہ بیوقوف نہیں سمجھتا کہ وہ لوگوں کے لئے مشقت اٹھا رہا ہے، اگر وہ ایسا کر لیتا کہ روزہ میں دو چار دن ناغہ کر لیتا تو لوگ اسے دیکھ کر روزہ دار کہنا چھوڑ دیتے اور پھر یہ روزہ شروع کر لیتا تو بہتر ہوتا اور ہم نے اپنے زاہدوں میں ایسے بھی دیکھے ہیں کہ جو جمعہ کی صبح کی نماز لوگوں کو پڑھاتے ہیں اور معوذتین کی قراءت کرتے ہیں یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔

اور ان میں بعض غنی ہونے کے باوجود صدقات وصول کر لیتے ہیں اور یہ پرواہ نہیں کرتے کہ دینے والے اہل خیر ہے یا غلط لوگ ہیں اور امراء کے پاس خود مانگنے چلتے جاتے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کے مال کہاں سے آتے ہیں، اللہ کا خوف کھانا چاہیے، نیّات کی اصلاح میں کہ اس قسم کے اکثر و بیشتر اعمال مردود ہیں۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کو جو مخلص نہیں ہے اور فکر بھی نہیں رکھتا یہ کہو کہ ریاکار کو معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا مقصود اسے نہیں مل سکتا یعنی دل سے اس کی طرف مائل ہونا اس لئے کہ جو مخلص نہیں ہوتا وہ دلوں کی محبت سے محروم ہوتا ہے اور اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

ہم نے بہت سے اون کا لباس پہننے والے اور عبادت وریاضت کرنے والے دیکھے ہیں کہ ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا اور کئی خوش پوش ہنس مکھ ایسے ہیں کہ دل ان سے محبت کرتا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے اخلاص مانگتے ہیں جو باعث نجات ہے اور ایسی ریا کاری سے پناہ چاہتے ہیں جو اعمال کو تباہ کرتی ہے، بے شک وہ قادر ہے۔

(۸۳) مومن تقدیر پر راضی ہوتا ہے:

یہ بھی جہالت کا حصہ ہے کہ انسان کو مکلف ہونے کا مقصد ہی معلوم نہ ہو سکے کہ اس کا مدار اغراض کے برعکس رکھا گیا ہے، لہذا عاقل کو خلاف اغراض امور سے مانوس ہونا چاہیے، بس اگر وہ کسی غرض کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اگر غرض پوری ہوگئ تو شکر کرے اور نہیں ملی تو طلب میں اصرار نہ کرے، اس لئے کہ دنیا حصول اغراض کے لئے نہیں، اپنے نفس کو بتانا چاہئے کہ

﴿عَسٰی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡئًا وَهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ﴾

ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند سمجھو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو۔

اور یہ بہت بڑی جہالت ہے کہ غرض کا خلاف دیکھ کر اندر ہی کڑھنے لگے اور کبھی دل ہی دل میں اعتراض بھی کرنے لگتا ہے اور کبھی کہتا ہے کہ غرض کا حصول کوئی مضر نہیں تھا پھر بھی دعا قبول نہیں ہوئی یہ سب باتیں جہالت کی اور قلت ایمان اور حکمت کی تعلیم کے ضعف کی علامت ہے، بھلا کوئی ایسا ہے جس کی غرض پوری ہوئی اور پھر اس نے کوئی مشکل یا پریشانی نہیں دیکھی۔

حضرت آدم علیہ السلام ہے کہ جنھوں نے جنت کی بہاریں دیکھی پھر وہاں سے

نکالے گئے۔ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دعاء کی جو پوری نہیں ہوئی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام آگ کے امتحان سے گذرے، اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو ذبح کا امتحان آیا۔ یعقوب علیہ السلام نے بیٹے کی گم شدگی دیکھی۔ ایوب علیہ السلام نے بیماری کی مصیبت جھیلی۔ غرض سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لئے یہی صورت حال رہی اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھوک کی تکلیف اور زندگی کی تلخیاں جو پیش آئی وہ سب کو معلوم ہیں، غرض دنیا تو ہے ہی ابتلاء کے لئے۔

لہذا عاقل کو چاہئے کہ اپنے نفس کو صبر کا عادی بنائے اور یہ جان رکھے کہ جو مراد حاصل ہوگئ وہ اس کا لطف وکرم ہے اور جو حاصل نہیں ہوئی وہ دنیا کی اصل اور فطرت کے موافق ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ یہ دنیا پریشانیوں اور تلخیوں سے مخلوط بنائی گئی ہیں اور تو اسے تکالیف اور بدمزگیوں سے صاف لینا چاہتا ہے اور زمانے کو اس کے خلاف پابند کرنے والا اور پانی میں آگ کا انگارا رکھنا چاہتا ہے اور ایسے مواقع میں ہی ایمان کی قوت اور ضعف معلوم ہوتا ہے۔

مومن کو چاہئے کہ اس مرض کی دوا استعمال کرے یعنی مالک کائنات کی حکمت کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کرے اور یوں کہیے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا گیا کہ

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ کہ آپ کو کسی شئے کا اختیار نہیں۔

اور اپنے نفس کو یوں تسلی دے کہ مطلوب کا نہ دینا اس کے بخل کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت اور حکمت کی وجہ سے ہے جو مجھے معلوم نہیں، اپنی اغراض پوری نہ ہونے پر صبر کرنے والے کو اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ تسلیم ورضا والوں کو جانتے ہیں۔

اور پھر یہ بھی کہ ابتلاء کا زمانہ قلیل ہے اور اغراض جمع ہو رہی ہیں، عنقریب سب مل جائے گی اس سے یوں لگے گا کہ اندھیرے میں سے روشنی میں آ گیا اور اجر کی فجر طلوع ہوتے دکھائی دیگی اور جب یہ سمجھ کچھ ترقی کر کے اس مقام پر پہنچتی ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مراد اور مطلوب ہے تو اس کے ایمان کا تقاضہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مراد کو چاہنے لگے گا اور اس کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی ہو جائے گا۔

اور اگر ایسا عقیدہ اور ایمان نہ ہو تو دراصل وہ حقیقت عبدیت سے خارج ہے یہ ایسا اصول ہے جس میں غور کرنا چاہئے اور ہر خلاف غرض صورت حال میں اس پر عمل کرنا چاہئے۔

(۸۴)اکابر کا صبر:

میرے پاس ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت کی، پھر کہنے لگا کہ چند وجوہ کی وجہ سے میں اس کو علیحدہ نہیں کر سکتا مثلاً وہ دین میں میرے سے زیادہ آگے ہے اور مجھ میں صبر کم ہے، شکوہ شکایت میں میری زبان قابو میں نہیں رہتی۔ میں نے کہا: ان باتوں کا کچھ فائدہ نہیں، ہر کام اس کے طریقہ سے ہوتا ہے، بہتر یہ ہے کہ تو تنہائی میں بیٹھ کر یہ خیال کرے کہ میرے گناہوں کی وجہ سے وہ مجھ پر مسلط کی گئی ہے، لہذا خوب عذر و معذرت اور توبہ کر۔ قلق (اضطراب) کا اور اس کو تکلیف دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔

حسن بن الحجاج کا قول ہے کہ یہ تمہارے لئے منجانب اللہ عقوبت ہے لہذا اس کی عقوبت کا مقابلہ تلوار سے مت کر بلکہ استغفار کے ساتھ کر اور یہ بھی خیال کر کہ تو ایک پُتلے کی حیثیت رکھتا ہے، صبر کرنے پر تجھے اجر ملے گا۔

﴿عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ﴾

ممکن ہے جو چیز مکروہ سمجھو وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

بس اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر صبر کر اور فراخی اور رہائی مانگتا رہ اور جب تو توبہ استغفار کرتا رہے گا، قضاء پر صبر کرے گا تو تجھے تین طرح کی عبادتیں ملے گی۔ اور ہر ایک پر اجر ہوگا اور بے فائدہ بات پر وقت ضائع مت کر اور اس خیال سے کبھی تدبیر نہ کر کہ تو تقدیر کو ٹال لے گا۔

﴿وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ﴾

اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی مضرت دے تو اس کے سوا کوئی ہٹانے والا نہیں۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ ایک شخص نے اسے گالی دی وہ زمین پر رخسار رکھ کر دعا مانگنے لگا کہ یا اللہ میرا گناہ معاف کردے جس کی وجہ سے تو نے اس کو مجھ پر مسلط کیا ہے۔ وہ شخص مجھ سے کہنے لگا کہ وہ عورت مجھ سے حد سے زیادہ محبت کرتی ہے، میری بہت خدمت کرتی ہے مگر اس کا بغض میرے سینہ میں گھرا ہوا ہے۔ میں نے کہا تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس پر صبر کر کے معاملہ کر ثواب ملے گا۔

ایک مصیبت میں مبتلا شخص شور کرے بے چینی دکھائے، بغض ظاہر کرے، اس سے کیا فائدہ؟ ایسے حال میں برتنے کا طریقہ وہی ہے جو میں نے اوپر ذکر کیا ہے، صبر اور کشادگی کی دعا اور ان گناہوں کو یاد کر جن کی یہ سزا ہے اور اس میں کوشش کر، پھر اگر کچھ آسانی مل جائے تو بات ختم، ورنہ قضا پر صبر کرنا عبادت ہے۔ مصیبت کی قید کوئی گناہ نہیں جس پر ملامت ہو، اپنا معاملہ تو قید کرنے والے کے ساتھ قائم رہنا چاہئے۔

والسلام۔

(۸۵) بیدار اور ہوشیار لوگوں کا مقام فکر:

میں نے اکثر لوگوں کی عبادت میں غور کیا تو انہیں عادات پایا اور اہل فکر لوگوں کی عادات در حقیقت عبادت ہوتی ہے، چنانچہ ایک غافل شخص عادۃ ''سبحان اللہ'' کہتا ہے؛ لیکن بیدار اور ہوشیار آدمی کی فکر عجائبات مخلوق یا عظمت خالق میں لگی رہتی ہے اور اس کے اثر سے وہ سبحان اللہ کہتا ہے۔

ایک انسان انار میں غور کرتا ہے، اس کے دانوں کی قطار دیکھتا ہے اور اوپر جھلّی کا پردہ دیکھتا ہے کہ تازگی قائم رہے اور دانے کی ہڈی پر پانی قائم رکھنا اور ان سب کے اوپر سخت جھلکا جوان کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح انڈے کے اندر بچے کی تصویر کشی اور رحم مادر میں انسان کو بنانا وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔

مخلوقات کو جب بیدار اور ہوشیار آدمی دیکھتا ہے تو یہ فکر اسے خالق کی تعظیم پر آمادہ کرتی ہے اور وہ سبحان اللہ کہتا ہے تو اس کی یہ سوچ اس کی اعلی اور عبرت کی فکر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یہ بیدار اور ہوشیار لوگوں کی تسبیح ہے، بس ان کے افکار متحرک رہتے ہیں اور تسبیحات کے ذریعہ ان کی عبادت بنتی رہتی ہے۔

اسی طرح وہ گناہوں کی قباحت میں بھی غور کرتے رہتے ہیں، جس سے قلب میں قلق اور نفس میں ندامت پیدا ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں وہ استغفر اللہ کہتا ہے۔ حقیقت میں یہ ہیں تسبیح اور استغفار۔

اور غافل لوگ یہ کلمات بطور عادات کہتے ہیں ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

(۸۶) مخلوق سے یکسوئی:

عبادت، زہد اور اشتغال مع اللہ میں صفائی اور جلاء مخلوق سے کلی انقطاع کے بغیر نہیں آتی اس طرح کہ وقت ضرورت مثلاً جمعہ اور جماعت کی نماز کے علاوہ کسی کو نہ دیکھے، نہ آواز سنے اور اوقات ضرورت میں بھی احتیاط رکھے۔

اور اگر عالم ہے اور لوگوں کو نفع دینا چاہتا ہے تو ایک وقت مقرر کر لے، اس میں بھی بے مقصد کلام سے پرہیز کرے مگر جو شخص آج کل بازاروں میں چلتا اور خرید وفروخت کرتا ہے، منکرات اور قباحتوں کو دیکھتا ہے تو وہ دل کو بے نور کئے بغیر نہیں رہتا۔

لہذا مرید کے لئے لائق ہے کہ صحرا یا قبرستان کی طرف نکلے۔ اسلاف میں ایسے حضرات تھے جو محتاط رہتے ہوئے خرید وفروخت کرتے تھے؛ مگر پھر بھی انہیں مخلوق سے یکسوئی کے بغیر وقت کی صفائی میسر نہ آئی۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبادت اور تجارت کو اکھٹا کرنا چاہا مگر وہ جمع نہ ہو سکے تو میں نے عبادت کو اختیار کر لیا اور حدیث شریف میں ہے کہ بازار غفلت اور لغوگوئی کا ذریعہ ہے، لہذا جو شخص پرہیز پر قادر ہے اور اولاد کے لئے کسب معاش میں لوگوں سے میل جول کرنے پر مجبور ہے تو اسے پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ کانٹوں میں چلنے والا کرتا ہے اور سلامتی پھر بھی بعید ہے۔

(۸۷) شبہات سے دور رہنا:

جس شخص کو پاکیزہ دل اور لذت مناجات نصیب ہوئی اسے اپنی پاکیزہ حالت

کی حفاظت کرنی چاہئے اور تبدیل ہونے سے بچائے رکھے اور اچھے حال کا بقا اور دوام تقوی کے دوام سے آتا ہے۔

مجھے بھی پاکیزہ قلب اور لذت مناجات نصیب ہوئی تھی کہ ایک صاحب منصب نے کھانے پر بلالیا ، چلا گیا، انکار کرنا مشکل تھا، جا کر کھانا کھا لیا جس کی تلخیاں سختیاں خوب یاد ہیں جو نقد دیکھنی پڑی اور مدت تک مسلسل رہی دل میں غصہ بھی آتا تھا کہ اپنے سب احوال گنوا بیٹھا، دل ہی میں ایک دن کہا کہ میں نے تو ایک مجبور کی طرح تھا اس سے سوچ پر جواب ملا کہ دعوت قبول کر کے کھا لینے سے میزبان کے حکم کی تعمیل تو ہوگئ ؛ لیکن مصلحت کی تاویل نے اور کھانے کی رغبت نے کام کہیں سے کہیں کر دیا، نفس بولا: اس بات کا یقین کہاں تھا کہ یہ کھانا حرام ہے مگر احتیاط نے جواب دیا کہ پھر شبہات سے پرہیز کیا ہوا۔

بس جب تاویل کے ذریعہ لقمہ کھایا اور طبیعت نے لذیذ سمجھا تو دل کو صفات سے برباد کرنے میں دو باتیں جمع ہوئی،

{فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ} بصیرت والو! عبرت حاصل کرو۔

(۸۸) عبرت واعتبار:

مومن کا دھیان آخرت مین لگا رہتا ہے اور دنیا کی ہر چیز اُسے آخرت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور کوئی چیز اسے غافل کردے تو اس کی ہمت اور ارادہ پھر متوجہ کر دیتا ہے، کیا تجھے معلوم ہے؟ کہ مختلف صنعتکار جب کسی آباد گھر میں داخل ہوتے ہیں تو کپڑے کا کاروبار کرنے والا اس کے فرش اور پردوں پر نظر ڈالتا ہے اور قیمت کا اندازہ

لگا تا ہے۔ بڑھئی چھت کو دیکھتا ہے، معمار دیواروں کو دیکھتا ہے، جولاہا کپڑوں کی ساخت پر نظر لگائے ہوئے ہے۔اور مومن جب تاریکی دیکھتا ہے تو قبر کی تاریکی یاد کرتا ہے۔کوئی تکلیف دہ چیز دیکھتا ہے تو عذاب کو یاد کرتا ہے۔کوئی پریشان کن آواز سنتا ہے تو نفخہ صور کو یاد کرتا ہے۔لوگوں کو نیند میں دیکھتا ہے تو قبور کے مردوں کی طرف دھیان کرتا ہے۔کوئی لذت دیکھتا ہے تو جنت کو یاد کرتا ہے۔

بس اس کی فکر اور سوچ وہاں کی اشیاء سے وابستہ ہے اور یہ چیز اسے ہر گناہ سے بچائے ہوئے ہے۔اور اس کے ہاں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ وہ جنت میں بقاء دوام کا خیال کرتا ہے، کیونکہ اس کی بقا ختم ہونے والی نہیں۔اس میں بدمزگی نہیں آئے گی اور جب ان سدابہار دائمی اور ابدی نعمتوں میں اپنے نفس کی لذتوں کو ٹوٹنے کا خیال کرتا ہے وخوشی سے گویا اُڑا جاتا ہے اور اس کی راہ میں آنے والی تکلیف بیماری آفات محبوبات مرغوبات سے جدائی موت کا درد اور اس کی تلخیاں یہ سب چیزیں آسان ہوجاتی ہیں جیسا کہ کعبہ کے مشتاق کے لئے ریت کے ٹیلے عبور کرنا اور عافیت کا شوقین دوا کی تلخی کی پرواہ نہیں کرتا، اسی طرح مومن جانتا ہے کہ وہاں کی نعمتیں وثمرات اپنی انتہائی عمدگی پر ہے، لہذا وہ بہتر سے بہتر کو اختیار کرتا ہے اور عمر کے موسم بہار میں کسی سستی کے بغیر فصل کاشت کرنے کو غنیمت سمجھتا ہے۔

پھر مومن دخول نار اور عذاب کا خیال کرتا ہے تو اس کی عیش بدمزہ ہوجاتی ہے، اضطراب بڑھ جاتا ہے، بس اس کے دونوں حال اسے دنیا و مافیھا سے بیزار رکھتے ہیں اور اس کا دل کبھی شوق کے میدان میں بھی حیران پھرتا ہے، خوف صحراء میں آبادی کا رخ

کبھی نہیں کرتا اور موت آنے لگتی ہے تو سلامتی کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور نجات کی امید کرنے لگتا ہے، جس سے وہ آسان ہو جاتی ہے اور جب قبر میں جاتا ہے اور فرشتے سوال کرنے آتے ہیں تو ایک دوسرے کو کہتے ہیں کچھ نہ کہو، ابھی آرام کرنے کے لئے لیٹا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے کمال بیداری کا سوال کرتے ہیں جو ہمیں طلب فضائل میں لگائے اور رذائل سے منع کرے، بس اس کی توفیق ہے کہ اگر مل گئی تو بیڑا پار ورنہ خدا کی پناہ۔

(۸۹) ملحد کی حماقت:

میں نے اس آیت میں غور کیا

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ﴾

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج، چاند اور ستارے اور پہاڑ اور چوپائے اور لوگوں میں سے بہت کم۔

آیت میں جمادات اور چوپائے تو سب ذکر کئے کہ وہ سجدہ کرتے ہیں اور لوگوں میں سے کچھ لوگوں کو مستثنیٰ کیا کہ تمام لوگ سجدہ نہیں کرتے بلکہ کثیر فرمایا۔ اس پر مجھے ایک شاعر کا قول یاد آیا کہ کہ جمادات اپنے خالق کا انکار نہیں کرتے اور انسانوں میں بعض نے انکار کیا ہے۔ میں نے کہا یہ بھی اس کی عظیم قدرت کا کرشمہ ہے کہ وہ ایک شخص کو عقل عطا کرتا ہے اور اس کا فائدہ اور اثر سلب کر لیتا ہے اور یقیناً یہ اس کے قادر اور قاہر ہونے کی بہت قوی دلیل ہے ورنہ یہ بات کسی عاقل کو کب زیبا دیتی ہے کہ وہ

اپنے وجود کے ذریعہ اس کے پیدا کرنے والے کو نہ پہچان سکے اور وہ اپنے ہاتھوں بُت تراش کر اس کی عبادت کیونکر کرنے لگ جاتا ہے۔

بس بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے کچھ لوگوں کو عقل دیکر حجت تمام کردی اور جب چاہا ان کے قلوب کو راہ ہدایت سے اندھا کر دیا۔

(۹۰) اللہ تعالیٰ سے اُنس ومحبت:

میں نے اکثر علماء کو دیکھا کہ وہ علم کی صورت اور ظاہر میں مشغول ہیں، فقیہ تدریس کی فکر میں ہے اور واعظ کو وعظ کا دھیان ہے یہ اپنے درس کا خوب خیال رکھتا ہے اور سامعین کی کثرت سے خوش ہوتا ہے اور مخالفین کے کلام میں ردوقدح کرتا ہے، اس کا سارا وقت مناظرہ کی سوچ وبیچار میں گذرتا ہے تا کہ اپنے حریف پر غلبہ پالے اور اس کے پیش نظر صدر مقام اور بلند مرتبہ کا حصول ہے اور کبھی اس کا دھیان دنیا کا ایندھن اور سلاطین کی مجالس کی طرف ہوجاتا ہے۔

اور واعظ کی فکر یہ ہوتی ہے کہ کلام مزین اور حسین ہو، مجمع کثیر ہو اور لوگوں کے قلوب اس کی تعظیم سے معمور ہو، اپنے جیسا اس شعبہ میں دیکھائی دیا تو اس میں طعن وتشنیع کرنے لگ گیا اس قسم کے قلوب اللہ سے غافل ہیں کیونکہ اگر ان کو اس کی معرفت حاصل ہوتی تو اس کے ساتھ مشغول ہوتے، اس کے ساتھ مناجات میں انس حاصل کرتے، اس کی طاعت وبندگی کو ترجیح دیتے، اس کے لئے علاحدگی اختیار کرتے، لیکن جب یہ کچھ بھی نہیں تو دنیا کے ساتھ مشغول ہوکر اسی جیسے گھٹیا بن گئے۔

جب کبھی اللہ تعالیٰ کی بندگی کے لئے متوجہ ہوتے ہیں تو اس کا مزہ نہیں پاتے،

لوگوں کو جمع کرنا ان کو پسند ہوتا ہے اور مخلوق کا ان کی طرف آنا سب سے مقدم ہے اور یہی رسوائی کی علامت ہے۔

اور اس کے برعکس ایک عالم جب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اس کی اطاعت میں مشغول ہوتا ہے تو اس کو مخلوق کی ملاقات اور ان سے گفتگو سب سے زیادہ مشکل اور گراں لگتی ہے اور خلوت ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اپنے ہم عصروں میں نکتہ چینی کی یا طلب ریاست کی فرصت ہی نہیں ہوتی، کیونکہ جس آخرت کا دھیان ان کو لگا ہوا ہے وہ اس سے اعلیٰ ہے اور نفس کے لئے کسی مشغلہ کا ہونا ضروری ہے، لہذا جو شخص خدمت خلق میں مشغول ہو گیا وہ حق سے پھر گیا، وہ اپنی ریاست کی فکر میں ہے اور یہی چیز حق سے اعراض پیدا کرتی ہے۔

﴿وَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾

اللہ تعالیٰ نے کسی مرد کے پیٹ میں دو دل پیدا نہیں کئے۔

(۹۱) زنا کی حرمت ونحوست:

روایت میں ہے کہ اے اللہ ہمیں اشیاء کو ان کی حقیقت میں دکھا، یہ فرمان انتہائی باکمال ہے، کیونکہ بہت سے لوگ بہت سی اشیاء کو ان کی حقیقت کے ساتھ نہیں دیکھتے چنانچہ وہ فانی کو یوں دیکھتا ہے گویا وہ باقی ہے وہ جس حال میں ہیں اس کے زوال کا تصوّر تک نہیں کرتے۔ بس حسّی آنکھ حاضر کو دیکھنے میں مشغول رہتی ہے کیا؟ تو نہیں دیکھتا لذت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا گناہ باقی رہتا ہے۔ اگر چور اپنے ہاتھ کٹنے کا دھیان کرے تو چوری کا مشغلہ اس کو ہیچ دکھائی دے گا۔

اسی طرح جو کوئی گناہ کو شہوت کے لحاظ سے دیکھتا ہے اس نے اس کی حقیقت کو نہیں دیکھا کیونکہ اس میں بہت سے عیوب ہیں اور اس کا ثمرہ دنیا میں سزا ہے اور رسوائی بھی۔ ذرا سب سے بڑی حسّی شہوت کو دیکھو جو کہ وطی کرنے کی شکل میں ہے کہ منی کا پانی کھانے پینے سے بنتا ہے۔

اب جو شخص کھانے کی چیزوں میں غور کرے گا وہ زمین کی فصل کو سوچے گا کہ اس کی کاشت کے لئے بیل کی ضرورت ،آلات کی ضرورت ہل وغیرہ جن میں لوہا لکڑیاں ، رسّیاں استعمال ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ ، پھر رہٹ کے ذریعہ زمیں سے پانی نکالنے کا عمل ۔ پھر کھیتی کی کٹائی کا عمل اور پھر غلہ کو صاف کرنا ،پیس کر آٹا بنا کر گوندھنا ، روٹی بنانا وغیرہ ۔۔ جس کے لئے تنور اور ایندھن کا لانا اور دیگر اشیاء جن کی ضرورت ہو۔

بعض کا قول ہے کہ ایک لقمہ کھانے تک تین سو کے لگ بھگ نفوس استعمال ہوتے ہیں، اور اس لقمہ کو کھاتے وقت دیکھئے کہ لقمہ کے ٹکڑے دانت کرتے ہیں، داڑھ پیستی ہے،لعاب دہن اس کو مخلوط کرتا ہے، زبان الٹتی پلٹتی ہے اور منہ کے مسل اوپر اٹھتے ہیں، باقی نیچے لے لیتے ہیں تا کہ نگلنا آسان ہو، اسے معدہ پکڑ لیتا ہے اور جگر تک پہنچا تا ہے اور وہ اسے خوب پکا تا ہے اور خون بنا تا ہے،خون بننے کے بعد اس کا تلچھٹ تلّی کی طرف اور باقی حصہ مثانہ کی طرف جاتا ہے اور خون کا خاص حصہ جگر، دماغ اور دل کے کام آتا ہے اور اس سے بھی اعلیٰ عمدہ حصہ خصیتین میں تخلیق آدم کا مادہ بن کر پہنچ جاتا ہے، پھر جب شہوت کی آگ بھڑکتی ہے تو یہ نطفہ ٹپکتا ہے اور مادر رحم میں جو مباشرت کا محل ہے،تب اس سے موحد آدمی پیدا ہوتا ہے۔

اور یہ انسان کس قدر عجائبات سے گذرتے ہوئے گراں درگراں بن کر آیا ہے، بھلا اس تفصیل کو سننے اور سمجھنے کے بعد کسی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اس نطفہ کو حرام طریق سے بکھیرے یا کسی نجس محل میں وطی کر کے ضائع کردے۔

اور زنا کے ساتھ اس قدر قباحتیں ہیں کہ لحظہ بھر کی لذت کے بعد دنیا آخرت کی رسوائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تو معلوم ہی ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾

کہ زنا کے قریب مت جاؤ، بے شک وہ بے حیائی کا کام ہے اور برا راستہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک کے بعد کوئی گناہ اس نطفہ سے بڑھ کر نہیں جسے آدمی ایسے رحم میں ڈالتا ہے جو اس کے لئے حلال نہیں اور سمجھدار آدمی جانتا ہے کہ نطفہ سے مقصود موحدین کی تخلیق ہے اور اگر طبیعت میں شہوت نہ رکھی ہوتی تو وطی کا وجود نہ ہوتا کیونکہ اس میں دو قبیح اعضاء کی باہم ملاقات ہوتی ہے، صورت بھی اچھی نہیں، بس شہوت کی آگ دیکھنے والے کی آنکھ پر پردہ ڈالتی ہے تاکہ اولاد حاصل ہو جو اصل مقصود ہے، شہوت تو ایک عارضی کیفیت ہے۔

اور شہوت پرست آدمی جو اپنے زنا کے جرم سے بھی غافل ہو جاتا ہے اس نے اشیاء کی حقیقت کے آئینہ میں نہیں دیکھا، بس کھانا پینا اور مال جمع کرنا وغیرہ۔۔ سب کو اسی پر قیاس کرلو۔

(۹۲) ظاہر سے دھوکہ مت کھاؤ:

کسی آدمی سے اس کے کلام، صوم وصلوۃ اور صدقات سے اور خلوت نشینی سے

دھوکہ میں مت پڑو۔ مرد وہ ہے جو دو چیزوں کی رعایت رکھتا ہو۔ حدود کی حفاظت اور عمل میں اخلاص، بہت سے عبادت گذار غیبت کے ذریعہ حدود توڑ لیتے ہیں اور اپنی خواہش کے موافق ناجائز کام بھی کر لیتے ہیں۔ اور کتنے دیندار ہیں جو معتبر شمار ہونے کے باوجود اپنے عمل میں غیر اللہ کا قصد کرتے ہیں اور یہ آفت مخلوق میں کم وبیش رہتی ہے، بس کامل انسان وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حدود کی رعایت رکھتا ہے جو اس پر لازم اور فرض ہے اس کو ادا کرتا ہے اور نیت اور ارادہ کو درست رکھتا ہے اس کا قول وعمل خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتا ہے اس کا مقصد مخلوق کو دکھانا اور ان سے اپنی تعظیم کروانا نہیں ہوتا۔

کتنے لوگ عاجز بنتے ہیں تا کہ انہیں عابد کہا جائے، خاموشی اختیار کرتے ہیں تا کہ انھیں خائف کہا جائے، دنیا چھوڑتے ہیں تا کہ ان کو زاہد کہا جائے حالانکہ مخلص کی علامت یہ ہے کہ اس کی مجلس بھی تنہائی جیسی ہوتی ہے اور وہ کبھی لوگوں سے خوش طبعی اور تبسّم کا تکلف کرتے ہیں تا کہ ان کے ساتھ زاہد کا نام نہ لگ جائے۔

ابن سرینؒ دن میں ہنسی بھی کر لیتے تھے مگر رات آتی تو یوں ہو جاتے جیسے پوری بستی قتل کئے بیٹھے ہیں، یقین رکھنا چاہئے، جس ذات کے ساتھ معاملہ ہے وہ شرک کو گوارا نہیں کرتا لہذا مخلص وہ ہے جو تنہا اسی کا قصد کرے اور ریا کار کبھی دوسروں کو بھی شریک کر لیتا ہے تا کہ لوگوں کی تعریف حاصل ہو مگر معاملہ الٹ جاتا ہے کیونکہ قلوب اس کے قبضہ میں ہیں جس کے ساتھ شریک کر رہا ہے لہذا وہ قلوب کو اس کے خلاف کرے گا اس کی طرف مائل نہیں کرے گا۔

پس صاحب توفیق وہ شخص ہے جس کا معاملہ مخفی ہے اعمال میں اخلاص ہے ایسا

شخص لوگوں میں محبوب ہوتا ہے اگر چہ اس کو دھیان بھی نہ ہو جیسا کہ وہ ریا کار کو ناپسند کرتے ہیں، چاہے کتنا ہی عبادت گذار بنے، پھر ان صفات سے موصوف آدمی کمال علم سے پیچھے نہیں ہٹتا اور طلب فضائل میں کوتاہی نہیں کرتا اور زمانے کو اس کی وسعتوں سے بڑھ کر خیر سے بھر دیتا ہے اس کا دل کبھی عمل مین سُست نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ مشغول ہے۔

(۹۳) اہل عقل کے بعض احوال:

کوئی طبعی طور پر ہی کم عقل ہو تو اس سے خیر کی توقع نہیں ہوسکتی، ہاں کسی صاحب عقل پر اگر خواہشات واغراض غالب آ چکی ہے تو اس سے خیر کی امید ہوسکتی ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنی جہالت میں بھی کچھ تدبیر کرتا ہے کوئی برائی کرنے لگتا ہے تو لوگوں سے چھپتا ہے اور اپنے بعض حالات میں غور وفکر بھی کرتا ہے، نصیحت کے وقت اس پر رقت بھی طاری ہوتی ہے، اہل دین کا احترام بھی کرتا ہے، یہ ہے وہ عاقل جو خواہشات میں دبا ہوا ہے جب کبھی ہوشیار اور بیدار ہو گیا تو خواہشات کا شیطان بھاگ جائے گا اور عقل کا فرشتہ آجائے گا اور اگر کوئی اپنی اصل طبیعت سے ہی کم عقل ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا وآخرت کے انجام کو خاطر ہی میں نہیں لاتا، برائی کرتے وقت اتنا خیال بھی نہیں کرتا کہ لوگو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اور نہ ہی دنیا کے کسی کام کو تدبیر سے کرتا ہے اس سے خیر کی توقع بعید ہے، ایسے لوگ شاذ ونادر ہی کامیاب ہوتے ہیں اور اس کا سبب ان کی عقل کا پردہ ہے جسے خواہشات نے ڈالا ہوا ہے کہ جو کبھی ہٹنے بھی لگتا ہے تو پھر لوٹ کر آجاتا ہے جسے مجنون شخص کو افاقہ ہوتا بھی ہے تو پھر دوبارہ پڑ جاتا ہے۔

(۹۴) احتیاط ہی احتیاط:

ہر اس چیز سے احتیاط کرنی چاہئے جس کا واقع ہونا ممکن ہے، یوں نہیں کہنا چاہئے کہ بچ جائیں گے، ہم نے دیکھا کہ ایک آدمی گھوڑا لے کر کشتی میں سوار ہو گیا، گھوڑے نے بدکنا شروع کر دیا، تمام کشتی والے غرق ہو گئے، اگرچہ غالب یہاں بھی وہی تھا کہ بچ ہی جانا ہے، اسی طرح آدمی اپنے خرچ میں احتیاط رکھنی چاہئے گو دیکھ رہا ہے کہ مال خوب آ رہا ہے، کیونکہ ممکن ہے یہ آمد بند ہو جائے اور حاجات وضروریات کا پورا ہونا تو لازمی ہے اگر خوش حالی میں فضول اڑاتا ہے اور تنگدستی آ جائے تو غلط طریقہ اپنانے لگتا ہے یا پھر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے۔

ایسے ہی ایک صحت مند آدمی کو چاہئے کہ اپنی بیماری کو نگاہ میں رکھے اور اپنے بوڑھاپے کے لئے تیار رہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نتائج وانجام پر اور ہر ایسے حادثہ فاجعہ یا واقعہ پر جس کا وقوع ممکن ہے نظر رکھنا اہل عقل کا شیوہ ہے، باقی صرف موجودہ حالت کو دیکھنا جاہل اور احمق کا کام ہے کہ بس اپنی صحت کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور آنے والی بیماری سے غافل ہے یا تو اپنی تونگری پر نظر ہے اور فقر کا دھیان نہیں ہے یا فوری لذت کو دیکھ رہا ہے اور اس کے انجام سے غافل ہے، عقل کا کام تو انجام پر رکھنا ہی ہے اور وہی اشارہ دیتی ہے کہ صحیح راہ کونسی ہے؟

(۹۵) مومن کا ایمان:

مومن کا ایمان امتحان کے وقت ظاہر ہوتا ہے وہ خوب دعائیں کرتا ہے مگر قبولیت کے آثار نہیں دیکھتا پھر بھی اس کی امید ورجاء میں کوئی تغیر نہیں چاہئے، مایوسی کے

اسباب کتنے ہی قوی ہو، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ مصلحت کو جانتے ہیں یا تو اس کا ایمان اور صبر مطلوب ہے کہ اس کی تسلیم ورضاء کو جاننا چاہتا ہے، یا اس کی گریہ وزاری اور آہ وبکا کی کثرت چاہتا ہے۔

اور جلد باز آدمی جو قبولیت میں تاخیر دیکھا ہے تو بگڑتا ہے، ضعیف الایمان گویا قبولیت کو اپنا حق سمجھتا ہے جیسے مزدور اپنی محنت کا معاوضہ مانگتا ہے، کیا یعقوب علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا کہ اسی برس تک آزمائش میں رہے مگر ان کی امید میں کوئی تغیّر نہیں آیا۔ اور یوسف علیہ السلام کے ساتھ جب بنیامین کے فراق غم بھی جمع ہوگیا، پھر بھی ان کی امید برقرار رہی اور کہنے لگے:

﴿عَسَى اللهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيْعًا﴾

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو میرے پاس لے آئے گا۔

اس حقیقت کو اس آیت میں بیان کیا:

﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُواْ الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُم مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْاْ مِن قَبْلِكُم مَّسَّتْهُمُ الْبَأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُواْ حَتَّى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللهِ أَلا إِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيْبٌ﴾

کہ بھلا کیا تم جنت میں جانے کی تمنا اور خواہش لگائے بیٹھے ہو جب کہ تم پر پہلو جیسے حالات ابھی تک نہیں آتے جن پر آفتیں اور تنگدستی آئی اور وہ خوب ہلائے گئے، حتی کہ خود پیغمبر اور ان کے ساتھ پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح کی حالت طویل آزمائش کے بعد ہی ہوتی ہے جب کہ مایوسی کے قریب پہنچ جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی اس کے قریب کا ہے کہ بندہ ہمیشہ خیر وسلامت کے ساتھ رہتا ہے جب تک جلد بازی نہ کرے، عرض کیا گیا کہ جلد بازی کیا ہے؟ فرمایا یوں کہنے لگے کہ دعاء تو کی مگر قبول نہ ہوئی، بس خبردار تو آزمائش میں مبتلا نہیں، تجھے صبر اور دعاء کا حکم ہے، وقت جتنا بھی گذر جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو۔

(۹۶) خرچ کرنے میں اعتدال:

انسان کو اپنے بدن پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالنا چاہئے، کیونکہ بدن کی مثال سواری کی سی ہے کہ اگر اس کا خیال نہ رکھا جائے تو سوار کو منزل پر نہ پہنچائیگی، چنانچہ تجھے لوگوں میں ایسا شخص بھی ملے گا جو زہد کا دعویٰ کرتا ہے اپنے بدن کو پہلے اس نے سہولتوں میں رکھا ہوا ہوتا ہے پھر اس کی مانوس چیزوں سے اس کو ہٹاتا ہے جس سے بیماریاں پیدا ہوتی ہے اور وہ بہت سی عبادتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

مشہور قول ہے کہ بدن کو اس کی موافق عادت پر رکھو یعنی جائز مباحات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دسترخان پر گوہ لائی گئی تو ارشاد فرمایا، اسے طبیعت قبول نہیں کرتی کیونکہ ہمارے علاقہ میں یہ پائی نہیں جاتی۔ ہجرت کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے آپ کے لئے سایہ تلاش کیا، چادر بچھائی، دودھ کے پیالے پر پانی ڈال کر اسے ٹھنڈا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر مشکیزہ میں رات کا ٹھنڈا پانی موجود ہے تو بہتر ورنہ پھر ہم یہیں سے پی لیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرغی کا گوشت بھی کھاتے تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں میٹھی چیز اور شہد پسند فرماتے

تھے اور کبھی نہ ملا تو جو ملا نوش فرمالیا مگر جو لوگ لطافت سے مانوس ہیں اس میں تبدیلی پیدا کرنے سے صحت میں تبدیلی آتی ہے، عبادت میں کمی آجاتی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ ہمیشہ گوشت کھاتے۔ ابن سیرینؒ کے گھر میں ہمیشہ حلوی موجود رہتا تھا۔ سفیان ثوریؒ سفر کرتے تو ان کے توشہ دان میں بکری کا بھونا ہوا بچہ اور فالودہ ساتھ ہوتا تھا۔

رابعہؒ نے فرمایا اس بدن کے لئے فالودہ کھانا معیوب نہیں جو اللہ کے لئے عمل کرتا ہے لہذا جو شخص خوشحال زندگی سے مانوس ہے اسے حتی الامکان سہولت ہی سے رہنا چاہئے۔

میں نے خود اپنی زندگی میں تجربہ کیا ہے کہ میری پرورش نعمتوں میں ہوئی پھر جب میں نے مرغوبات کی تقلیل کی اور ترک شروع کیا تو اس کے نتیجہ میں ایسی بیماری آئی جس نے مجھے کتنی عبادتوں سے محروم کردیا حتی کہ مدتوں قرآن پاک کے روزانہ پانچ پارے تلاوت کرتا تھا اور ایک دن میں نے خلاف طبع کچھ کھایا اس دن تلاوت ہی نہ کرسکا تو میں نے کہا جو لقمہ کھا کر پانچ پاروں کی تلاوت ہو اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملیں خود اس کا کھانا بھی عظیم اطاعت ہے۔

اور جو کھانا مضر ہو جس سے عمل خیر فوت ہو جائے اسے ترک کردینا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی کو دیکھا کہ مجاہدہ کی وجہ سے ان کا نقشہ بدل رہا تھا، فرمایا تم کو ایسا کرنے کو کس نے کہا ہے؟ لہذا عاقل انسان موافق بدن غذا لیتا ہے جیسا کہ مجاہد اپنے گھوڑے کو صاف دانہ کھلاتا ہے۔

اور کوئی ہرگز یہ نہ سمجھے کہ میں مرغوبات کے استعمال کا حکم دے رہا ہوں یا لذائذ کی قربانیوں کا میں تو محافظ نفس چیز کھانے کو کہہ رہا ہوں، مضرت صحت سے روک رہا ہوں، باقی کھانے میں وسعتیں تو نیند لاتی ہے، پیٹ پھر کھانا قلبی بصیرت کو ختم کرتا ہے، بدن میں کمزوری لاتا ہے، پس میرے اشاروں کو سمجھو کہ اعتدال کی راہ صحیح راہ ہے۔

(۹۷) عید اور قیامت:

عید کے دن لوگوں کو دیکھا تو ان کا حال بہت کچھ قیامت سے ملتا جلتا پایا، چنانچہ صبح سویرے نیند سے اٹھ کر عید کے لئے نکلنا مردوں کا قبروں سے محشر کی طرف نکلنے کی طرح ہے، پھر بعض کی زینت اعلیٰ درجہ کی سواری بعض کی متوسط اور بعض بالکل گھٹیا۔ یہی حال لوگوں کا قیامت کے دن ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْداً،﴾

ہم متقیوں کو محشر میں سواریوں پر لائیں گے۔

﴿وَنَسُوقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلَى جَهَنَّمَ وِرْداً﴾

اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانک لائیں گے اور وہ پیاسے ہوں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ لوگ محشر میں سواریوں پر، پیدل اور منہ کے بل آئیں گے۔ عید کے دن کچھ غنی ہوتے ہیں جو صدقہ کرتے ہیں، ویسے ہی قیامت میں دنیا کے اہل خیر وہاں بھی اہل خیر ہوں گے اور کچھ سائل ہوتے یں عطا کا سوال کرتے ہیں، اسی طرح یوم جزا ہے جس میں گنہگاروں کے لئے شفاعت ہوگی اور بعض پر کوئی عطا نہیں

ہوگی تو وہاں بھی کہنے والے ہوں گے جو کہیں گے:

﴿فَمَا لَنَا مِن شَافِعِينَ، وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ﴾ کہ نہ ہمارے پاس کوئی شفارشی ہے نہ کوئی مخلص دوست۔

اور قیامت کے میدان میں آواز لگ رہی ہوگی کہ فلاں کو سعادت مل گئی ہے وہ کبھی بدبختی نہ دیکھے گا اور فلاں بدنصیب ہوگیا ہے جسے کبھی سعادت نہ ملے گی، پھر عید سے لوٹنے والے کچھ خاص قسم کے لوگ ہوتے ہیں تو وہاں بھی کچھ لوگ:

﴿أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ مقربون ہوں گے، یہ خاص لوگ ہیں، کارکردگی کی ان کو سند ملے گی۔

﴿كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا﴾ کہ ان کی محنت اور اعمال کی قدردانی ہوگی اور ان سے نیچے والے بھی مختلف ہوں گے، بعض آباد گھروں میں لوٹیں گے۔

﴿بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

کہ گذشتہ زندگی کے اعمال کی بدولت، اور کچھ متوسط قسم کے لوگ ہوں گے اور بعض ویران گھروں میں لوٹتے ہیں۔

﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ عقل والوں کو عبرت چاہئے۔

(۹۸) عبرت پکڑنے والا مبارک ہے:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی عبرت حاصل کرنے کے لئے ان کے احوال کی کچھ مثال مقرر فرمائی ہیں، ان مثالوں میں سے ایک چاند کی مثال ہے جو شروع مین چھوٹا

سا ہوتا ہے، پھر بدر کامل بن جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور کبھی کسوف کی حالت میں بے نور ہو کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی کی ابتداء نطفہ سے ہوتی ہے پھر ترقی کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بدر کامل کی طرح ہو جاتا ہے پھر احوال میں ضعف اور نقص آنے لگتا ہے اور کبھی اس سے پہلے بھی موت آجاتی ہے جیسے چاند کو گہن بے نور کر دیتا ہے۔

شاعر کہتا ہے: آدمی ہلال کی طرح ہے جو شرع میں دبلا پتلا ہوتا ہے اور کمزور ہوتا ہے پھر قوت پکڑتا ہے اور بڑھتا رہتا ہے حتی کہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو شب و روز کی آمد و رفت اس کو ضعیف و ناقص کر دیتی ہے اور آخر کار ختم ہو چلتا ہے۔

اور اس کے حالات کی مثال ریشم کے کیڑے کی سی ہے کہ وہ توت کے پتے کھاتا ہے اور بچے کی طرح اس کے بھی حالات بدلتے ہیں، پھر وہ انجام سے غافل آدمی کی طرح سوتا رہتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے تو کھانے کا اتنا حریص ہوتا ہے جیسا کہ کوئی حصول دنیا میں بدحواس ہو جاتا ہے پھر اپنے اوپر تار لپٹنے لگتا ہے۔ آدمی اپنے کو گناہوں میں زیر بار کرتا ہے پھر وہ قید میں محبوس ہو جاتا ہے جیسے میت قبر میں ہوتی ہے پھر وہ اسے کاٹ کر اور ہی مخلوق کی شکل میں نکل کر اُڑ جاتا ہے جیسا کہ کہ مردے قبر سے ننگے بدن بدون ختنہ کے نکلیں گے۔ اس میں نطفہ کے میت کی طرح ہونے پھر آدمی بن جانے میں جی اٹھنے اور قیامت کی دلیل ہے۔

اسی طرح دانے کو زمین میں دبانے اور احوال سے گذر کر پودے کی شکل میں نکل آنے میں بھی قیامت کی دلیل ہے، آدمی کو جب صحیح فکر نصیب ہو جائے تو ہر شئی میں اس کے لئے درس عبرت موجود ہے۔

(۹۹) لذت کا انجام ندامت ہے:

انجام کو سوچنا عقل کی خوبی ہے، کم عقل صرف حال کو دیکھتے ہیں، انجام پر نظر نہیں کرتے۔ چور مال کو دیکھتا ہے، ہاتھ کٹ جانے کو نہیں دیکھتا، بے کار پڑے رہنے والا راحت کی لذت کو دیکھا ہے مگر حصول علم اور کسب مال کے مواقع ضائع کرنے پر نظر نہیں رکھتا۔ جب بڑا ہو گیا اور کوئی علم کی بات پوچھے گا تو اسے علم نہیں ہو گا، محتاج ہو گا تو سوال کی ذلت اٹھائے گا تو اس وقت کا افسوس بے کاری کی ذلت اس کی راحت سے کہیں زیادہ ہوگی اور پھر دنیا میں ترک عمل کی وجہ سے آخرت کے ثواب سے محرومی الگ رہی۔

یہی حال شراب خور کا ہے جو چند ساعتوں کی لذت اٹھاتا ہے اور اس پر دنیا آخرت میں آنے والی آفتوں کو بھول جاتا ہے۔ اسی طرح زنا ہے کہ انسان اپنی شہوت کی تسکین تو دیکھتا ہے مگر اس کے نتیجہ میں لگنے والی حد کو اور ہونے والی رسوائی کو نہیں دیکھتا۔ اور عورت کبھی منکوحہ ہوتی ہے تو اس کا حمل خاوند کی طرف منسوب ہو جاتا ہے اور مسلسل وارثوں کے حقوق کا تلف اور نقصان ہوتا رہتا ہے، علی ہذا القیاس اور مثالوں کو بھی سمجھ لو اور نتائج پر غور کیا کرو اور کبھی ایسی لذت کو اختیار مت کرو جو خیر کثیر کے ضائع کرنے کا سبب بنے بلکہ مشقت کو برداشت کرو، انشاء اللہ بھرپور منافع ملیں گے۔

(۱۰۰) عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں:

دنیا میں غور کرنے والا جانتا ہے کہ جس میں کوئی لذت پائی جاتی ہے تو اس کے ساتھ شامل ہونے والی بدمزگی کہیں زیادہ پائی جاتی ہے، ان لذتوں میں ایک عورتوں کی بھی لذت ہے ایک حسین عورت کبھی ٹھیک رہ جاتی ہے اور کبھی خاوند کو پسند نہیں کرتی،

اسے پتہ چلتا ہے تو اس سے دور بھاگنے لگتا ہے اور کبھی یہ خیانت کر بیٹھتی ہے تو ہلاکت ہے، اور سب مرادیں پوری ہو جائیں تو فراق کا خیال تمام لذتوں پر غالب آجاتا ہے۔

اور لذتوں میں ایک لذت اولاد کی ہے، نکاح تک بیٹی پرورش کرنا، پھر اس کی شادی کے بعد اس کے خاوند کی طرف سے اس کی تکالیف اور پریشانیوں کا سلسلہ تکلیف دہ ہوتا ہے اور اگر بیٹا بیمار پڑ جائے تو دل پگھلاتا ہے۔

اور اگر کوئی فاسق آدمی اگر کسی بے ریش سے عشق لگالے تو دنیا میں عزت برباد اور دین رخصت ہو جاتا ہے اور جب اس کا حلیہ کچھ عرصہ کے بعد بدلتا ہے تو پھر مبغوض ہونے لگتا ہے اور پچھلا گناہ اور بے عزتی الگ۔

اسی طرح مال کی لذت ہے جس کو حاصل کرنے میں گناہ تک کا ارتکاب کر لیتا ہے پھر اس کا فراق سراسر حسرت ہے اور اس میں عمر کا لگانا سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے، لہذا صاحب توفیق کو چاہئے کہ ایسی ضروری چیزیں جن میں دین اور بدن کی سلامتی اور عافیت قائم رہے، حاصل کرے اور ان خواہشات کو ترک کرلے جن کی لذت بدمزگی پر غالب آجاتی ہے۔

اور جو شخص کسی مکروہ چیز پر آخرت کے نفع کے لئے صبر کرتا ہے تو کئی گنا بڑھکر لزتیں پائے گا جیسے ایک طالب علم کچھ عرصہ تک مشقت اٹھاتا ہے اور دارین کی عافیت کی سلامتی حاصل کر لیتا ہے۔ اور بے کاری لذت کا انجام علم وعمل سے محرومی ہے جن پر لذت سے کئی گنا زیادہ حسرت وافسوس کرنا پڑے گا۔

لہذا خوب محتاط اور محفوظ رہو کہ دنیا کی محبت وخواہش کہیں غالب نہ آجائے اور

جب کبھی یہ سر اٹھانے لگے تو اس کو وہیں روک دو اور اس نقد فائدہ کا انجام اور نتیجہ کے ساتھ مقابلہ کرو اور نصیحت صرف عقل والے ہی لیتے ہیں۔

(۱۰۱) وقت ضائع کرنے کی عادت:

میں دیکھتا ہوں کہ وقت ضائع کرنے کی عادت لوگوں پر غالب آچکی ہے جبکہ قدیم زمانے کے حضرات اس سے بہت بچتے تھے، حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کی باتیں شمار کرتا تھا۔ ایک بزرگ جب نرمی دکھائے گا تو زائرین شوق سے آئیں گے اور دیر تک بیٹھے رہیں گے۔ جس سے ایذاء پہنچے گی۔

ایک جماعت حضرت معروف کے پاس دیر تک بیٹھی رہی تو فرمانے لگے کہ سورج کا فرشتہ اسے چلانے میں ذرا بھی سستی نہیں کرتا، کیا تمہارا ارادہ اٹھنے کا نہیں ہے؟ اپنے لمحات کی حفاظت کرنے والوں میں عامر بن قیس بھی ہے، ایک آدمی نے ان سے کہا: ذرا ٹھیرئے! کچھ باتیں کرلیں، تو فرمایا سورج کو روک لو تو ہم فضول باتیں کرلیں، اگر سورج کو روک نہیں سکتے تو چلے جاؤ، میرے پاس فضول باتوں کے لئے کوئی وقت نہیں ہے۔

ایک بزرگ اپنے رفقاء سے کہا کرتے تھے کہ میرے یہاں سے لوٹتے وقت الگ الگ چلو، ہوسکتا ہے کہ کوئی راستہ میں ذکر وتلاوت کرلے، اگر اکھٹے چلو گے تو باتوں میں لگوں گے، معلوم ہونا چاہئے کہ موجودہ وقت اور زمانہ انتہائی گرانقدر ہے، ایک لحظہ بھی ضائع کرنے کے قابل نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جو شخص ''سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ'' کہتا ہے اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگ جاتا ہے اور آدمی کتنے لمحات ضائع کرتا ہے جس کی وجہ سے بہت بڑے ثواب سے محروم رہتا ہے، یہ وقت اور زمانہ کھیتی کی طرح ہے، گویا انسان کو کہا جارہا ہے کہ جب بھی کوئی بیج کاشت کرے گا اس سے ہم ہزاروں بوریاں غلہ کی اگائیں گے۔

تو کیا کسی عاقل کو یہ زیبا دیتا ہے کہ وہ بیج بونے میں توقف کرے یا سستی دکھائے۔ وقت کو غنیمت جاننے والا فضولیات سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ ہاں کوئی ضروری حاجت ہو اس کا ذکر کرنا اور خوراک میں کمی کرنا وغیرہ، کیونکہ خوراک کی کثرت نوم اور ضیاع لیل کا سبب ہے، اسلاف کی سیرت پر نظر رکھنے والا اور جزاء کا یقین رکھنے والا میری باتوں کو خوب جان سکتا ہے۔

(۱۰۲) جائز کاموں میں اعتدال:

عاقل آدمی کو چاہئے کہ ایسی بیوی کا انتخاب کرے جو نیک ہو اور نیک گھرانے کی ہو، فقر کا غلبہ ہو تا کہ اسے جو ملے اس کو بہت سمجھے اور قریب قریب اپنی ہم عمر سے نکاح کرے، کیونکہ بڑی عمر والا نوعمر لڑکی سے شادی کرے گا تو ایذا پائے گا، ہوسکتا ہے وہ بدکاری میں مبتلا ہو جائے، یا طلاق کا مطالبہ کرنے لگے۔

اور عورت کو چاہئے کہ شوہر سے اتنا قریب نہ ہو کہ وہ اکتانے لگے اور نہ ہی اتنا دور رہے کہ وہ اسے بھول جائے اور اس کے پاس جاتے وقت بھی اپنی صفائی اور نظافت کا خوب خیال رکھے، اور اپنے مخصوص اعضاء کو اس کے سامنے عموماً ظاہر نہ کرے، کیونکہ

انسان کا بدن اتنا حسین نہیں، اسی طرح مرد کو اپنا جسم کا خاص حصہ ظاہر نہ کرنا چاہئے۔ جماع تو بستر میں چھپ کر ہوتا ہے، کھانا دستر خوان کی چیز ہے اور عورت بستر کی چیز ہے۔ مطلب کے بروقت نفع اٹھالینا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستور بدن نہیں دیکھا اور نہ ہی آپ نے میرا بدن دیکھا، احتیاط کی صورت یہ ہے کہ بستر بھی الگ الگ ہو، بس کامل تقاضے کے بغیر اکھٹے نہ ہو۔ بعض لوگوں کے یہاں یہ باتیں معمولی ہیں کہ وہ عورت کو عام حالات میں دیکھ لیتا ہے اور وہ کہتی ہے کہ میری اولاد کے ابّا ہیں، اسی طرح کبھی مرد بھی بے تکلف ہوجاتا ہے کہ ہر ایک دوسرے کے بدن کو دیکھ لیتا ہے جو پسند نہ تھا اس سے دل متنفر ہوجاتا ہے (اگر چہ شریعت میں ایک دوسرے کے بدن کو دیکھنا جائز ہے) اور باہمی زندگی بغیر محبت کے گذرتی ہے یہ فصل ایک اصل عظیم ہے جو قابل غور ہے اور قابل عمل بھی۔

(۱۰۳) دنیا کسی کے لئے مخلص نہیں:

دنیا کے احوال میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے اپنے بندوں کو بچانا مقصود ہے جو شخص اس کے مباحات کی طرف لذت سے مائل ہوتا ہے تو اسے ہر خوشی کے ساتھ غم ملتا ہے اور ہر راحت کے پہلو میں تکلیف موجود ہے اور ہر لذت کے آخر میں نقص اس سے بھی بڑھا ہوا ہے اور دنیا کی جو چیز بلند ہوتی ہے بالآخر پست بھی ہوتی ہے۔

جب کسی کو محبوب چیز حاصل ہوتی ہے تو عقل کی آنکھ اسی وقت اس کے فراق کو بھی دیکھتی ہے، جس سے اس کا وجود بدمزہ ہوجاتا ہے، جیسا کہ شاعر کا قول ہے کہ غم کی

تکمیل میرے نزدیک خوشی کے لمحات میں ہوتی ہے کہ اس کے بارے میں صاحب غم کو یقین ہوتا ہے کہ یہ جاکے رہے گا۔

عاقل مرد اندازہ کرسکتا ہے کہ لذت میں بدمزگی پیدا کرنے سے اللہ کی مراد دنیا سے نفرت دلانا ہے جس کے بعد بقدر ضرورت اس کا حصول باقی رہے گا اور زائد مشاغل متروک ہوجائیں گے اور خدمتِ خلق میں دل جمعی ہوجائے گی اور اس سے پھرنے والا محرومی پر نادم ہوگا۔ لہذا بہتر ہے کہ عام حالات میں اعتدال رکھا جائے اور جس بات کو چھپانا مناسب ہے اس کو چھپایا جائے۔ بس تدبیر یہ ہے کہ مال کا تحفظ ہو، نفقہ میں توسط ہو اور ناقابل اظہار چیزوں میں اخفاء ہو۔ اپنے مال کی مقدار بیوی کو بھی بتانا غلطی ہے۔ تھوڑا ہوگا تو اس کی نگاہ میں خاوند کی حیثیت نہ رہے گی، زیادہ ہوگا تو لباس اور زیورات میں زیادتی کا مطالبہ کرے گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمْ﴾ کم عقلوں کو اپنا مال مت دو۔

یہی حال لڑکے کا ہے، راز و اسرار کا معاملہ بھی مال ہی کی طرح ہے کہ ان کا تحفظ کرنا چاہئے، بیوی اور دوست سے بھی احتیاط کی جائے، کیونکہ بدلنے میں دیر نہیں لگتی۔ شاعر کہتا ہے دشمن سے ایک مرتبہ احتیاط کرو اور دوست سے ہزار مرتبہ، اس لئے کہ کبھی دوست بگڑ بیٹھتا ہے تو وہ نقصان کے راستہ کا زیادہ واقف ہوتا ہے۔

(۱۰۴) طعام میں تقلیل کرنا:

امام احمدؒ کا ارشاد ہے کہ میں طعام میں تقلیل کو پسند نہیں کرتا، مکروہ سمجھتا ہوں، کیونکہ کچھ لوگوں نے ایسا کیا تو فرائض کی ادائگی سے عاجز آ گئے اور یہ صحیح

ہے کہ کیونکہ کمی کرنے والا جب کمی کرتا ہی چلا جائے گا تو پہلے نوافل سے عاجز ہو جائے گا پھر فرائض سے پھر اہل وعیال کے حقوق سے، حتیٰ کہ ان کے لئے کسب معاش سے بھی عاجز آجائے گا اور ان سب امور خیر سے جن کو کبھی کیا کرتا تھا۔

اور ان احادیث سے تجھے قطعاً گبھرانا نہیں چاہئے جن میں بھوکے رہنے کی ترغیب ہے کیونکہ ان سے یا تو نفلی روزہ مراد ہے یا خوب سیر ہونے کی عادت بنانے سے بچنا مراد ہے، باقی ہمیشہ کے لئے طعام میں کمی کرنا یہ قوی پر اثر انداز ہوتا ہے جو کہ جائز نہیں اور میری یہ بات بلاکم وکاست سن لیجئے کہ مجھے دلیل میں ان افراد کا نام مت سنایئے کہ بشر نے یہ فرمایا اور ابراہیم نے یوں کہا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دلیل بنانے والے کی دلیل زیادہ مضبوط ہے نیز ان حضرات کی عمل کی حسن ظن کی وجہ سے ہم کوئی توجیہ بھی کر سکتے ہیں جیسا کہ بعض مشائخ سے گفتگو کے دوران ان سے بعض حضرات کے متعلق یہ بات آئی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابیں دفن کر دی تھی، اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمانے لگے کہ اس کا بہترین جواب یہی ہے کہ ہم سکوت اختیار کریں، گویا کہ اس طرف اشارہ تھا کہ یہ ایسا کرنے والے کی نادانی تھی اور میں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ ممکن ہے ان کتابوں میں ان کی رائی کا بھی ذکر ہو جس پر لوگوں کا عمل کرنا وہ نامناسب سمجھتے ہو، اس لئے یہ کتابیں دفن کرادی گئی، لیکن اگر وہ صحیح علوم تھے تو ان کو ضائع کرنا کبھی اچھا کہلا نہیں سکتا۔

(۱۰۵) تقوی وورع اچھی چیز ہے مگر:

ٹھیک ہے تقوی اور ورع اچھی چیز ہے مگر شدید مشقتوں میں پڑنا کہیں منقول نہیں ہے، بشر ننگے پاؤں رہنے کی وجہ سے الحافی مشہور ہو گئے اگر وہ چپل پہن کر اپنے

معاملہ پر پردہ ڈال دیتے تو بہتر ہوتا اور ننگے پاؤں چلنا آنکھوں کے لئے بھی مضر ہے اور چپل پہننا نہ کوئی دنیاداری کی بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جوتا استعمال کرتے تھے اور صحابۂ کرام رضوان اللہ اجمعین کی سیرت مبارکہ یہ نہ تھی جس پر یہ مدعیانِ زہد آج لگے ہوئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسی مزاح بھی فرمالیتے تھے، حضرت عائشہؓ سے دوڑ بھی لگالیتے، گوشت تناول فرماتے، حلویٰ بھی پسند فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے میٹھا پانی بھی لایا جاتا تھا۔ اسی طرح کے طور طریقے صحابہ رضوان اللہ اجمعین کے تھے مگر مدعیانِ زہد نے ایسے طریقے ظاہر کئے ہیں جیسے یہ ایک نئی شریعت ہے، حالانکہ یہ سب باتیں طریق حق کے خلاف ہیں۔

(۱۰۶) انسان ممنوع چیز پر حریص ہوتا ہے:

میں نے ممنوع اشیاء میں نفس کے حریص ہونے میں غور کیا تو دیکھا کہ جس قدر شدت کے ساتھ نفس کو منع کیا جائے اسی قدر اس کی حرص اور زیادہ قوت پکڑتی ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھ لیجئے کہ جب ایک درخت کے پھل سے ان کو روکا گیا تو انہیں اسی کی حرص ہوئی حالانکہ اس کے علاوہ بے شمار درخت وہاں موجود تھے، مثال مشہور ہے: انسان اسی چیز پر حرص دکھاتا ہے جس سے اس کو روکا جائے اور شدت اشتیاق اسی کی دکھاتا ہے جس کو پا نہیں سکتا۔

ایک مقولہ عام زبان زد ہے کہ اگر لوگوں کو بھوکا رہنے کا حکم دیا جائے تو صبر کرلیں گے، لیکن اگر ایک مینگنی کو توڑنے سے روکا جائے تو اس کو توڑنے کا شوق ضرور دکھائیں

گے اور کہیں گے کہ آخر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے، نفس کو کوئی پابندی یا قید گوارا نہیں اور پابندی اس سے برداشت نہیں ہوتی اور طیش بڑھ جاتا ہے۔

یہ وجہ ہے کہ اگر مہینہ بھر گھر میں پڑا رہے تو گراں نہ ہوگا اور اگر ایک دن کے لئے نکلنے سے روک دیا جائے تو مشکل پڑ جائے گی، کسی حکم کا پابند ہونا اسے گراں اور شاق گذرتا ہے اسی لئے حرام میں لذت پاتا ہے اور مباح میں اتنا مزہ محسوس نہیں کرتا، اسی لئے اپنی مرضی کی شکل پر بندگی کرنا آسان ہے اور شریعت کی بات پر اپنی پسند کو ترجیح دیتا ہے۔

(۱۰۷) دھوکہ میں مبتلا لوگ کمینے ہیں:

کیا عجیب ہے کہ جب کھانے والا کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ کہاں سے آیا ہے اور نہ ہی اس کو شہوت اور خواہشات میں کوئی رکاوٹ ہے۔ باورچی خانہ سے نکل کر عبادت خانہ کی خلوت اسے کبھی نصیب نہ ہوئی اور نہ کوئی رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں اس کی کٹی اور ایسے گانوں کو سننے کی دل چسپی ہے جس میں جھانجھر بجتی ہے اور گانوں میں عشقیہ اشعار کے تذکرے ہیں اور تعجب اس پر ہے کہ یہ دنیا کی مذمت بھی کرتے ہیں۔ ذرا بتائیے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ تماشہ کرنے والے ان جیسوں کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں مگر جو لوگ ان کے فریب اور دھوکہ میں مبتلا ہوتے ہیں وہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے اور کمینے ہیں۔

(۱۰۸) خواہش کے شیاطین سے بچنا رہے:

خواہش نفس کی مثال اس درندے کی سی ہے جس کے گلے میں زنجیر ہے اس کا

محافظ اگر اس کو مضبوطی سے تھامے گا تو اس کو روک سکے گا اور کبھی اس درندے کی خواہشات خود محافظ پر غالب آجاتی ہے کہ زنجیر بھی ان کا مقابلہ نہیں کر پاتی تو وہ آزاد ہوجاتا ہے۔

مگر ہاں بعض حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو اپنی خواہشات کو زنجیر کے ذریعہ قابو میں رکھتے ہیں اور بعض دھاگہ ہی سے قابو پالیتے ہیں، لہذا عاقل کو چاہئے کہ خواہش کے شیطان سے بچتا رہے اور اس چیز کو نگاہ میں رکھے جس کے ذریعہ وہ اپنے دشمن پر غالب آسکتا ہے اور کون ہے جو اس پر غلبہ پاسکتا ہے۔

(۱۰۹) صبر کا اثر:

جو تقدیر کے نافذ ہونے کا یقین رکھتا ہے وہ اس پر پکا رہتا ہے اور جو اس کے بعد بھی اس کا مقابلہ کرتا ہے وہ سب سے بڑا جاہل ہے، کیونکہ تقدیر کے مالک کی مراد اس کے سامنے عاجزی دکھانا ہے اور جب تو نے تقدیر کا مقابلہ کیا اور اپنی مراد حاصل کر لی تو تیری عاجزی نہ رہی۔ مثلاً فقیر کو بھوک لگی اور بقدر طاقت اس نے صبر کیا اور جب عاجز آ گیا تو مخلوق سے سوال کرنے لگا اور اللہ تعالیٰ سے حیا بھی کر رہا ہے کہ لوگوں سے کیونکر مانگوں! اس شخص کو اگرچہ حاجت کا عذر ہے جس نے اسے مجبور کیا ہے مگر یہ بھی جانتا ہے کہ میں صبر سے عاجز آ گیا ہوں تو عذر مند بھی ہے اور حیا بھی کر رہا ہے اور یہی اس سے مطلوب ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے گئے اور واپس نہ پہنچ سکے حتی کہ مطعم بن عدی کافر کی پناہ لینی پڑی، بس وہ ذات پاک ہے جس نے امور کو اسباب کے ساتھ لگایا ہے تا کہ حاجت سبب کے ذریعہ عارف کی عاجزی ظاہر ہو۔

(۱۱۰)امتحان میں ثابت قدمی:

جس شخص کو نفس حرام لذت کی طرف کھینچتا ہے اور یہ اس میں مشغول ہو کر اس کی سزا اور انجام میں غور نہ کر سکا اور عقل کی پکار بھی نہ سنی کہ تیرا ناس ہو ایسا مت کر، ورنہ ترقی رک جائے گی اور تنزل شروع ہو جائے گا، پھر بھی اپنی خواہش میں مشغول رہ کر اس پکار کی طرف کان نہ دھرا تو مسلسل تنزل ہی میں رہے گا، اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے مشہور ہے کہ ایک کتے نے شیر سے کہا کہ اے درندوں کے سردار! میرا نام بدل دیجئے، یہ قبیح نام ہے، شیر نے کہا تو خائن ہے، لہذا تیرے لئے اور کوئی نام مناسب ہی نہیں، کتا کہنے لگا: آپ میرا تجربہ کرلے اور آزمالیں، شیر نے ایک گوشت کا ٹکڑا دیتے ہوئے کہا کہ کل تک اس کی حفاظت کر پھر تیرا نام بدل دوں گا، کتے کو بھوک لگی، گوشت کو دیکھ رہا ہے مگر صبر کئے ہوئے ہے، بالآخر جب بالکل ہی مجبور ہو گیا تو کہنے لگا بھلا میرے نام کو بدل کر کیا کرنا ہے، کتا تو بہترین نام ہے، یہ کہا اور گوشت کھا گیا، اسی طرح پست ہمت لوگ اور گھٹیا مقام پر خوش رہنے والے نقد خواہشات کو آخرت کے فضائل اور کمالات پر ترجیح دینے والے اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

خواہشات کی آگ میں پڑنے سے جبکہ وہ بھڑک رہی ہو اللہ کا خوف کھاؤ اور سوچو کہ اس کو کیسے بجھانا ہے کہ بہت سی لغزشیں ہلاکت کے کنویں میں ڈال دیتی ہے لہذا اسباب فتنہ سے بہت دور رہو کہ ان کے قریب ہونا ایسی آزمائش ہے جس میں پڑنے والا کم ہی سلامت رہتا ہے۔ والسلام۔

(۱۱۱) اللہ کی پناہ ڈھونڈنا:

میں نے ایک رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے کہا: میرے آقا! تمام لوگوں کی پیشانیاں تیرے قبضہ میں ہیں ان میں سے کوئی بھی مجھے تکلیف پہنچانیکی طاقت نہیں رکھتا جب تک تیرا فیصلہ نہ ہو۔ خود تیرا فرمان مبارک ہے:

﴿قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾

تو کہہ دے کہ ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا۔

اور اگر مخالفوں کے ذریعہ تو نے ایسا فیصلہ فرمادیا جس میں میری رسوائی ہے اور اگر میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کو دیکھوں تو میں رسوائی کے قابل ہوں۔ تاہم میں اس سنت پر زندگی گذارتا ہوں جس کی تو نصرت فرماتا ہے، بس تو مجھے اپنی پناہ میں داخل کرلے اور میری حفاظت فرما۔

میرے آقا! میرے دشمن کے مقابلہ میں میری مدد فرما کہ وہ کما حقہ تیری معرفت نہیں رکھتے اور میں ہر چند گنہگار رہوں مگر منسوب تیری طرف ہوں۔

(۱۱۲) خوف میں اعتدال:

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ شاید آج میں مرجاؤں گا تو وہ کتابت اور سماع حدیث اور دیگر امور کیسے انجام دیگا۔ لہذا تم لوگوں کی موت سے غفلت اور اس کا کما حقہ تذکرہ نہ ہونا دیکھ کر پریشان نہ ہونا چاہئے کہ یہ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس کی بدولت دنیا قائم ہے اور دین اصلاح پذیر ہے۔

البتہ قابل مذمت وہ شدید غفلت ہے جس سے عمل میں کوتاہی ہونے لگے اور

محاسبہ نفس متروک ہوجائے اور وقت آخرت کے زادسفر کے بغیر ہی ضائع ہوجائے، اور یہی فضیلت زیادہ زور پکڑ جائے تو معاصی پر لگا دیتی ہے، کھانے میں نمک بقدر ضرورت ہونا چاہئے اور بڑھ جائے تو کھانا بیکار ہوجاتا ہے اسی طرح اگر غفلت بقدر مذکور ہوتو ممدوح ہے جیسا کہ ذکر ہوا اور غفلت بڑھ جائے تو مذموم ہے۔

بس میری بات کو سمجھ لے اور یوں مت کہہ کہ فلاں بہت ہوشیار ہے، شب بھر نہیں سوتا اور غافل ہے اکثر شب سویا رہتا ہے کیونکہ جس غفلت سے بدن اور قلب کی اصلاح متعلق ہو وہ مذکوم نہیں۔ والسلام۔

(۱۱۳) لوگوں کی مجلسیں:

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھنے والا دل اس کے ذکر پر طاعت پر اور احکام کی بجا آوری پر لگنے کا محتاج ہے، اس کے لئے یکسوئی کی ضرورت ہے، طبیعت میں خواہشات کی جو کشش رکھی ہے یکسوئی ختم کرنے کے لئے بہت ہے۔ نفس جس مرغوب چیز کا مطالبہ کرے اس کی اطاعت کی جائے جس کی کوئی حد نہیں تو دین دنیا برباد ہوجائے گا مگر نفس کی مرادیں پوری نہ ہوگی۔

خصوصا عوام الناس کی اور بازروں کی آمد ورفت طبیعت میں مرغوبات کے تقاضے پیدا کرتی ہے اور دنیا سے جانا بھول جاتی ہے، طاعات میں سستی کرنا، بے کار پڑے رہنا، آرام پسند ہونا محبوب ہوجاتا ہے، لوگوں سے میل میلاپ رکھنے والے کو علم وعبادت میں لگنا بہت گراں لگتا ہے اور میل جول میں رہتے رہتے غیبت کرنا، سننا معمول بن جاتا ہے۔ اور بے فائدہ وقت ضائع ہوتا رہتا ہے، لہذا دل جمعی چاہنے والے کو تنہائی

لازم ہے جہاں کسی کی آواز نہ سنے تب جا کر دل اپنے معارف کے لئے فارغ ہوگا۔ کبھی ملاقات کے لئے مجبور ہوا تو معمولی وقت کے لئے۔ جیسے مینڈک گھڑی بھر کو باہر ہوا میں آتا ہے پھر پانی میں واپس چلا جاتا ہے یہ سلامتی کا راستہ ہے اس کے فوائد میں غور وفکر کرو، اچھے رہو گے۔

(۱۱۴) مختلف اقوال:

☆ جب کسی شخص کو اس کا نفس برے اخلاق کی طرف جھکا رہا ہے تو اس کو اس کے خالق کی عظمت سمجھا، اگر دیکھے کہ تکبر کرتا ہے تو تو اس کو خطاب کر کے کہہ کہ تو ایک ذلیل پانی کا قطرہ ہے، پانی کا ایک گھونٹ گلے میں پھنس کر تجھے ختم کر سکتا ہے۔

(صید الخاطر: ص ۸۳)

☆ اگر کوئی پوچھتا ہے کہ صواعق کسے کہتے ہیں؟ برق کی حقیقت کیا ہے؟ زلزلے کیا ہوتے ہیں؟ تو یہ جواب کافی ہوسکتا ہے کہ جھنجوڑنے کی چیزیں ہیں، تنبیہات ہیں اور ان کو مخفی رکھنے کا راز یہ ہے کہ اگر اس کو کھول دیا جائے تو ان کی عظمت و معیار گر جائے گا جب مخلوقات میں ایسی ہیبت ناک چیزیں موجود ہیں تو خالق کی عظمت وجلالت کا کیا پوچھنا۔ (صید الخاطر: ص ۹۰)

☆ حضرت حسن بصریؒ بہت ہی خوف رکھنے والے بزرگ تھے ان کو اس بارے میں کہا گیا تو فرمایا کہ ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے کہ میرے گناہوں پر مطلع ہونے پر یوں نہ کہہ دیا جائے کہ چل یہاں سے میں تجھے نہیں بخشوں گا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ)

(صید الخاطر: ص ۱۴۶)

☆ ایک اللہ والے نے ایک عورت کو پڑھتے ہوئے سنا، میں نے رات بھر اسے غسل دیا اور دن بھر صاف کیا اور وہ نکل کر کسی اور کود دیکھنے میں لگ گیا، بس پھسلا اور کیچڑ میں گر گیا، اس بزرگ نے اس سے یہ اشارہ اخذ کیا کہ اے میرے بندے میں نے تجھ کو بہترین شکل وصورت میں بنایا، تیرے حال احوال درست کئے جسم کو تنومند بنایا اور تو میرے غیر کے ساتھ جا لگا۔ اب میری مخالفت کا انجام خود ہی سوچ لے۔ یہ اشارہ کس قدر مؤثر ہے، آج چھوڑ رہے ہو، کل ان کا انجام بد اللہ تعالیٰ کے روبرو تمہیں دیکھنا ہوگا۔

(صید الخاطر: ص ۱۵۷)

☆ اگر تم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے لئے کوڑا کرکٹ کے ڈھیروں پر کتوں کے ساتھ سو جاؤ تو اس کی رضا کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، اگر تم دنیا کی اغراض اور خواہشات کی انتہا تک کو پالو اور وہ تم سے ناراض ہے اور اعراض کئے ہوئے ہیں تو تمہاری سلامتی ہلاکت ہے اور عافیت، مصیبت ہے اور بیماری ہے اور انجام پھر خاتمہ پر ہے، توفیق خدا کے ہاتھ میں ہے کہ ہمت اور طاقت اس کے فضل کے بغیر نہیں۔

(صید الخاطر: ص ۱۸۵)

☆ جب کسی ہوشیار آدمی سے پالا پڑ جائے تو اس سے احتیاط بھی کرنا چاہئے اور بہت سے ذکی لوگ کسی ہوشیار سے اپنی اغراض پوری نہیں کر سکتے تو ان کو عطیے دیتے ہیں اور خوب اکرام کرتے ہیں تاکہ کسی طرح سے اسے شکار کر لے پھر اگر وہ سمجھداری میں کم ہوگا تو جال میں پھنس جائے گا اور اگر اس سے بڑھ کر ہوشیار ہے تو سمجھ لے گا کہ اس کے پیچھے کچھ اور چھپا ہوا ہے اور محتاط ہو جائے گا ورسب سے زیادہ احتیاط بھی کرنی چاہئے۔

(صید الخاطر: ص ۲۵۲)

☆ اگر کوئی شخص کسی چٹان میں بیٹھ کر کوئی عمل کرتا ہے جس کا کوئی دروازہ نہیں، نہ اس میں کوئی سوراخ ہے تو لوگوں تک اس کا عمل پہنچ کر رہے گا، خواہ کیسا ہی ہو، لہذا بندہ کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس ذات کا مقصد کرنا چاہئے جس کا قصد نافع ہے اور ایسے لوگوں کی مدح میں مشغول نہ ہو کہ تھوڑی دیر بعد نہ وہ ہوں گے اور نہ تو ہوگا۔ (صید الخاطر: ص ۳۴۲)

☆ پس حق تعالیٰ نے یہ جانتے ہوئے کہ کچھ لوگ مباحات وانعامات میں اس سے غافل ہوجاتے ہیں تو عین خوشحالی اور نعمتوں کی حالت میں بعض ایسے عوارض پیدا فرماتے ہیں جو ان لوگوں کو اس کے دروازہ پر لاکر کھڑا کرتے ہیں اور وہ اس سے گڑگڑاتے اور حاجات طلب کرتے ہیں تو یہ بھی ایک نعمت ہے جو آفت کے لباس میں آتی ہیں۔

محض بلا اور مصیبت تو وہ ہوتی ہے جو تجھے اللہ سے غافل کردے اور جو تجھے اللہ کے دربار میں پہنچادے وہ تو تیرا جمال ہے، یحی البکاءؒ سے منقول ہے کہ انہیں خواب مین حق تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی تو عرض کیا یا اللہ میں تجھے کتنا پکارتا اور درخواست کرتا ہوں مگر تیری طرف سے جواب ہی نہیں ملتا، ارشاد ہوا، یحی مجھے تیری آواز سننا پسند ہوتا ہے۔ (صید الخاطر: ۸۵)

☆ آج کل علم سے اعراض عام ہوچکا ہے لہذا عام آدمی کو فائدہ اٹھانے کے لئے اب یہی مجلس وعظ ہی رہ گئی ہے جو اسے گناہ سے روکتی ہے توبہ کی طرف توجہ دلاتی ہے، اب اگر خلل ہے تو واعظ کی وجہ سے ہے لہذا اسے خدا تعالیٰ کا خوف کھانا چاہئے۔

(صید الخاطر: ص ۱۱۳)

☆ اللہ تعالیٰ کا ارشاد خود سید المرسلین کے بارے میں ہے ''وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا'' اور آپ کہئے اے رب! مجھے اور علم عطا فرما، صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن کے لئے اس کی عمر خیر ہی میں اضافہ کرتی ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ سعادت کی بات ہے کہ بندہ کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی اطاعت نصیب کرے پس اے کاش کہ مجھے عمر نوح مل جاتی کیونکہ علم کثیر ہے اور جب بھی اس کا کوئی حصہ حاصل ہوتا ہے عزت دیتا ہے اور نفع بخشتا ہے۔ (صید الخاطر: ۱۲۱)

☆ ہم نے بہت سے حضرات دیکھے جو علم قرآن وحدیث یا تفسیر ولغت میں کمال رکھتے ہیں، لیکن اپنی اس بڑائی کے باوجود بہت سے احکام شرع سے ناواقفیت ہیں اور بسا اوقات نماز میں کوئی صورت پیش آجاتی ہے اور یہ اس کے علم سے واقف نہیں ہوتے مگر فقیہ کو لازم ہے کہ وہ باقی علوم سے اجنبی نہ ہو ورنہ وہ کیسے فقیہ ہوگا۔ اسے ہر علم سے واقفیت رکھتے ہوئے فقہ پر عبور ہونا چاہئے کہ اس میں دنیا آخرت کی عزت ہے۔

جو شخص علم فقہ کے ثمرات وفوائد پر غور کرے گا اسے پتہ چل جائے گا کہ یہ سب علوم سے افضل ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین اور فقہاء تمام لوگوں پر فقہ کی بدولت ہمیشہ سے فوقیت رکھتے ہیں اگرچہ ان کے زمانے میں کوئی ایسا عالم بھی ہو جو قرآن وحدیث یا لغت ان سے بڑھکر جانتا ہو اس کا اندازہ ہمارے اس زمانے میں بھی ہوسکتا ہے۔

(صید الخاطر: ۱۶۹)

☆ متعدد اشیاء کو حاصل کرنے کا جذبہ وشوق اصل مقصد کو بھی ضائع کروادیتا ہے،

ہم نے دیکھا کہ جو شخص مال جمع کرنے کا حریص ہوتا ہے اور کثیر مال اسے حاصل ہو بھی جاتا ہے وہ پھر بھی مزید حاصل کرنے کی حرص رکھتا ہے اگر اسے سمجھ ہو تو جان لے کہ مال کا مقصد اپنی زندگی میں اسے خرچ کرنا ہے لیکن جب اسے حاصل کرتے کرتے پوری عمر ہی لگا دی اور صرف کر دی تو دونوں مقصد فوت ہو گئے اور کتنے لوگوں نے مال جمع کیا اور اس سے نفع نہیں لے سکے خود ختم ہو گئے اور مال کو دوسروں کے لئے چھوڑ دیا۔

شاعر کا قول ہے کہ جیسے ریشم کا کیڑا کہ اس کی اپنی بنائی ہوئی چیز اسے ختم کرتی ہے اور دوسرے اس کی بنائی ہوئی چیز سے نفع اٹھاتے ہیں۔ (صید الخاطر: ۱۷۴)

☆ عقلمند انسان کو معاصی کے انجام سے بچنا واجب ہے کہ اس کی آگ راکھ کے نیچے دبی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی سزا میں تاخیر ہوتی ہے اور پھر اچانک آ پہنچتی ہے اور کبھی فوراً آ جاتی ہے لہذا گناہ کی جو آگ جلائی جا چکی ہے اسے بجھانے میں جلدی کرنی چاہئے اور اس آگ کو آنکھ کے چشمے کا پانی ہی بجھا سکتا ہے، ہو سکتا ہے کہ جزا کا مالک قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے راضی ہو جائے اور سزا کو موقوف کر دے۔ (صید الخاطر: ۱۹۸)

☆ معاصی سے بچو کہ اس کا انجام بہت برا ہوتا ہے، کتنی برائیاں ہیں کہ ان کے کرنے والے کا قدم پھسلتا چلا جاتا ہے اور وہ مسلسل پستی کے گڑھے میں اترتا رہتا ہے اور شدت فقر اور نہ ملنے والی دنیا پر حسرتیں ہوتی ہیں اور اگر اپنے کئے ہوئے گناہ کا بدلہ اسے جلد مل جاتا ہے تو اپنی اغراض کے فوت ہونے پر اپنی تقدیر پر اعتراض کرنے لگے جاتا ہے جو ایک نیا عذاب ہے۔

ہائے افسوس ایسے عذاب پر جسے اپنے عذاب میں ہونے کا احساس بھی نہ ہو اور

آہ ہے اس عذاب پر جو اتنا مؤخر ہو کہ اس کا سبب تک یاد نہیں رہا۔ ابن سرینؒ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو میں نے فقر کا طعنہ دیا تھا اس کے چالیس سال بعد میں خود فقیر ہو گیا، حسرت اس مبتلاء عذاب پر جسے یہ معلوم نہیں کہ سب سے بڑا عذاب اس کے احساس کا ختم ہو جانا ہے، بس اللہ تعالیٰ سے توبہ کے بارے میں ڈرتے رہو، بعید نہیں کہ جزاء کے طور پر اس کی توفیق سلب کر لی جائے۔

خصوصاً خلوتوں کے گناہوں سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آنا اس کو اللہ کی نگاہ سے گرا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مابین جو پردے کے حالات ہیں ان کی اصلاح کر لے جبکہ اس نے تیرے ظاہری حالات کی اصلاح فرمادی ہے اور اے معصیت کرنے والے اس کے پردہ ڈالنے سے دھوکہ میں مت آنا کہ وہ رب اس کو ہٹا بھی سکتا ہے۔ (صید الخاطر: ۱۹۶)

☆ میرے بھائی! اس شخص کی نصیحت سنو! جو ماہر اور تجربہ کار ہے جس قدر تم اللہ کی تعظیم اور تکریم کرو گے اسی قدر وہ تمہیں عزت بخشے گا اور اپنی تعظیم اور توقیر کے لحاظ سے وہ تمہیں عزت و احترام عطا فرمائے گا، بخدا میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی تمام عمر علم میں لگا دی اور برھاپے میں پہنچا تو حدود توڑنے لگا جس سے وہ مخلوق کی نگاہ میں ذلیل ہو گیا کثیر علم اور قوی مجاہدوں کے باوجود لوگ اس کی طرف سے نظریں پھیرنے لگے۔

اور میں نے وہ بھی دیکھا کہ جس نے عالم شباب میں اللہ تعالیٰ کو دھیان میں رکھا اگر وہ مذکور عالم کے مقابلے میں بہت کم تھا مگر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قلوب میں اس کی

قدر ومنزلت بڑھادی اور لوگ اس سے مانوس ہونے لگے اور اس کی توصیف وتحسین کرنے لگے۔

اور ایسا شخص بھی دیکھا کہ سیدھا رہا تو حالات ٹھیک ہیں اور جب ٹیڑھا ہو گیا تو لطف وعنایت جاتی رہی۔ بھلا وہ ذات جو اپنی ناراضگی کے عالم میں بھی احسان فرماتا ہے تو رضامندی کے وقت میں وہ کیسا ہوگا۔ تاہم عدل کرنے میں بھول نہیں اور جزا کا فیصلہ دینے والا ظالم نہیں ہے اور امین کے پاس کوئی چیز ضائع نہیں ہوا کرتی۔

(صید الخاطر:۱۹۷)

☆ انسان کبھی سلامتی سے دھوکہ کھا بیٹھتا ہے اور موت کے اسباب سے غافل ہو جاتا ہے اور وہ اچانک آجاتی ہے جس سے یہ بدحواس ہو کر رہ جاتا ہے تلافی کا وقت ختم اور ندامت باقی رہ جاتی ہے۔

پس عقلمند شخص وہ ہے جس کی نگاہ انجام پر لگی رہتی ہے، ہر ممکن اور واقع ہو سکنے والی چیز سے محتاط رہتا ہے ہر حال میں احتیاط پر عمل اور اپنے مال اور اسرار کی حفاظت کرتا ہے، کسی پر اعتماد نہیں کرتا چاہے وہ بیوی ہو یا اولاد یا دوست، ہر وقت سفر کی تیاری میں انتقال مکان کے لئے تیار ہے، جی ہاں محتاط لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

(صید الخاطر:۳۲۰)

☆ سراسر حماقت ہے کہ پہلے قدم ہی پر کسی دشمن یا حاسد کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا جائے، اگر تجھے اس کا حال معلوم ہے تو بہتر یہ ہے کہ اس کے سامنے ایسی صورت رکھی جائے جس میں فریقین کی سلامتی ہو، اگر وہ عذر قبول کرے تو قبول کرو، اور اگر جھگڑے کی طرف جاتا ہے تو درگذر کرو اور یہ ظاہر کرو کہ معمولی بات ہے، کوئی شدید نہیں

تاہم اس سے بچاؤ ضرور رکھو اور کسی حال میں اس پر اعتماد نہ کرو اور ظاہر میں تعلق رکھتے ہوئے چپکے چپکے اس سے دور ہٹتے رہو اور جب اسے ایذا دینے کا ارادہ ہو تو پہلی بات یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح مقدم رکھو اور جو حسن ظن تیرے بارے میں رکھتا ہے اسے قائم رکھو۔

سب سے بڑی سزا اس کی یہی ہے کہ اللہ کے لئے اس کو اس کو معاف کر دو، اگر وہ گالم گلوچ کی طرف بڑھ رہا ہے اور تم کو رنج وغم پہنچا رہا ہے تو درگذر کرنے میں اضافہ کر دو، عوام تیرے طرف سے ہٹ کر اس کی گالیوں کی طرف متوجہ ہو جائیں گے، علماء تیرے حلم کے مدّاح ہوں گے اور جو ایذا اس طرح اس کو تو دے رہا ہے اور رنج وغم پہنچا رہا ہے وہ ظاہر اور باطن کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ اور بہتر ہے اس کلمہ سے جو تو ایذا رسانی کے لئے کہتا ہے اور تجھے اس سے شفا پانا ایک طرح سے آسان ہو جائے گا۔

اور اگر اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو تیرے دین کے لئے مضر ہے تو اس کا فائدہ اس کو ہوگا، وہ شخص کبھی کامیاب نہیں جس پر گناہ غلبہ پا گیا، اس لئے عمدہ طریقہ سے درگذر کرنا بہت عمدہ طریقہ ہے اور یہ توفیق اسے ہی نصیب ہوتی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مخالف کی مخالفت یا تو کسی گناہ کے نتیجہ میں ہے یا رفع درجات کے لئے کوئی آزمائش ہے پھر اس کی نگاہ مخالف پر نہیں رہتی بلکہ وہ قدرت کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔

(صید الخاطر: ص ۳۲۳)

☆ میں نے بعضوں کو دیکھا کہ مدتوں عبادت کرنے کے بعد سست ہو گیا وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسی عبادت کی ہے جو کسی نے بھی نہیں کی ہے اب میں کمزور ہو گیا ہوں اس

کا یہ جملہ شدید خطرے والا ہے کہ اس کا یہی کلمہ پوری عبادت کے مردود ہونے کا ذریعہ نہ بن جائے کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی معاملہ کیا ہے اور اب وہ وقفہ کر کے نجات کا سوال اور درجات کا مطالبہ کرتا ہے اس نے یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے حصول کے بجائے اپنی ہی ذات کے لئے کیا ہے، بھلا یہ عطا کرنے والے پر احسان جتاتا ہے۔

اس غفلت کا سبب حقائق سے ناواقفی ہے، کیا ان کو کبار علماء کی خبر نہیں جو اللہ تعالیٰ کی نسبت و تعلق رکھنے والے ہیں، جن میں صلہ بن اشیم جیسے بزرگ بھی ہے کہ کوئی درندہ انھیں دیکھ لیتا تو بھاگ جاتا وہ آخر شب میں نماز پڑھ کر کہا کرتے تھے یا اللہ میرے جیسا جنت کیا مانگ سکتا ہے، بس تو دوزخ سے پناہ اور نجات نصیب فرما اور اس سے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ برابر سرابر نجات ہو جائے، لینا دینا کچھ نہ ہو اور سفیانؒ موت کے وقت حماد بن مسلمہ سے کہتے تھے کیا تو میرے جیسے کے لئے بھی دوزخ سے نجات کی امید رکھتا ہے اور امام احمدؒ نزع کے عالم میں بار بار ''لا بعد'' کہتے تھے کہ ابھی خطرہ ہے۔

جو عالم دوسرے قدیم علماء کے حالات معلوم کر کے اپنے کو حقیر نہیں جانتا یہ علم کی صورت میں مصروف ہے اور اس کی حقیقت سے عاری ہے اور جو عبادت گذار عابدوں کے حالات سنتا ہے اور ان کا طریق نہیں اپناتا وہ بھی حقیقت سے خالی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے ایسی معرفت مانگتے ہیں جو ہمارے مقام کا تعارف کرا دے حتی کہ کسی کو حقیر جان کر ہمارے اندر خود پسندی کا شائبہ تک نہ آئے۔ (صید الخاطر: ص ۳۰۰)

الحمد للہ اس مجموعہ میں ان باتوں پر اکتفاء کی گئی ہے جن کے ذریعہ امراض نفسانیہ سے شفاء ملتی ہے اور آداب شرعیہ واخلاق پسندیدہ کو جلا ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے وعظ وارشاد کے ممبر پر بہترین ھادی بنائے اور بندوں کی ہدایت کے لئے نافع ترین کتاب بنائے اور تمام تر حمد وثنا از ابتدا تا انتہا اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ﴾

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔

تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

۲۹/رجب ۱۴۴۳ھ جمعرات